# حافظ احمد یارؒ

## شخصیت اور علمی مقام

## تاثرات

مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

مجلس فاضلینِ علومِ اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور

Marfat.com

# حافظ احمد یارؒ، شخصیت اور علمی مقام

## تاثرات

مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

مجلس فاضلینِ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور

Marfat.com

81257

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : حافظ احمد یارؒ ، شخصیت اور علمی مقام

مرتّبہ : پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

ڈائریکٹر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور

ناشر : مجلس فاضلینِ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجآب لاہور

سالِ طباعت : 2001ء

تعداد : ۱۱۰۰

Marfat.com

ذخیرہ

# محتویات

صفحہ


حرفِ اوّل — الف

حافظ صاحبؒ کے حالاتِ زندگی (ایک جائزہ) — ج

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

## مضامین

پروفیسر حافظ احمد یارؒ ----ایک منفرد شخصیت — ۱

پروفیسر عبدالحی صدیقی

یادرفتگاں — ۸

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

پروفیسر حافظ احمد یارؒ---- کچھ یادیں کچھ باتیں — ۱۱

پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی

حافظ احمد یارؒ---- یادوں کے آئینے میں — ۱۸

ڈاکٹر محمد طفیل

پروفیسر حافظ احمد یارؒ----ایک بے مثال استاد — ۳۱

ڈاکٹر سعید اقبال قریشی

برادرِ عزیز حافظ احمد یارؒ----چند یادیں و تاثرات — ۴۱

پروفیسر مہر بشارت خاں


Marfat.com

حافظ احمد یارؒ----ایک تاثراتی تحریر ۴۸

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید رحمت

استاذ مکرم حافظ احمد یار خانؒ ۵۵

محترمہ خالدہ اختر

استاذ مکرم حافظ احمد یار خانؒ ۶۸

حافظ محمد یوسف خاں

حافظ احمد یارؒ---- ایک سچے عاشقِ قرآن ۷۳

حافظ عاکف سعید

ابی الحبیب والمحترم پروفیسر حافظ احمد یارؒ ۸۶

ڈاکٹر نضرۃ النعیم

حافظ صاحبؒ---- پیکرِ خلوص ۹۶

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت


## تاثرات


مولانا عبدالغفار حسن ۱۰۲

چوہدری صفدر علی ۱۰۳

میجر اکرم ۱۰۶

مسز شمیم چیمہ ۱۰۷

جناب ذاکر عتیق ۱۱۰


Marfat.com

| | |
|---|---|
| پروفیسر انوار الحق | ۱۱۱ |
| ڈاکٹر قاری محمد طاہر | ۱۱۳ |
| ڈاکٹر حافظ محمود اختر | ۱۱۶ |
| حافظ محمد ابراہیم شیخ | ۱۱۹ |
| مسز نزہت الزہراء | ۱۲۲ |
| مسز ارشاد فاروق | ۱۲۴ |
| مسز ناہید قریشی | ۱۲۵ |
| حافظ محمد سجاد | ۱۲۷ |
| ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی | ۱۳۰ |

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

الف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# حرفِ اول

علوم اسلامیہ سے تعلق رکھنے والوں کے لیے حافظ احمد یار مرحومؒ کی شخصیت جانی پہچانی ہے۔ مرحوم کی شخصیت اور ان کے مآثر جلیلہ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے مجلس فاضلین علوم اسلامیہ نے مورخہ ------- کو ایک علمی نشست کا اہتمام کیا۔ اس باوقار محفل میں حافظ صاحبؒ کے قابل احترام اعزّہ و اقارب، احبابِ مکرم اور دیگر متعلقین نے شرکت کی۔

حاضرین میں سے بعض حضرات نے حافظ صاحبؒ کے اوصاف حمیدہ اور ان کی علمی و تحقیقی خدمات پر روشنی ڈالی۔ ان سے تعلق رکھنے والے بعض حضرات نے ازاں بعد اپنے تاثرات ارسال فرمائے۔ حافظ صاحبؒ سے محبت و عقیدت رکھنے والے حضراتِ محترم کی خواہش پر ان کے بارے میں پیش کیے گئے گل ہائے عقیدت کو زیور طباعت سے مزین کیا گیا ہے۔

ایم اے علومِ اسلامیہ سال دوم کی طالبہ عزیزہ عابدہ پروین نے امتحان 2000ء کی جزوی تکمیل کے لیے حافظ صاحبؒ کی علمی خدمات پر ایک معیاری مقالہ مرتب کیا۔ انہوں نے حافظ صاحبؒ کے بعض احباب اور تلامذہ سے براہِ راست رابطہ کر کے مرحوم کے بارے میں ان کے احساسات کو اپنے مقالے کا حصہ بنایا۔ ہم نے اس مقالے سے استفادہ کرتے ہوئے ان تاثرات کو بھی ''تاثرات'' ہی کے عنوان سے بنظر افادیت اس کتابچے میں شامل کر لیا ہے۔ اس کے لیے عزیزہ عابدہ شکریے کی مستحق ہیں۔ اللہ کریم ان کو بہترین

Marfat.com

اجر سے نوازیں۔

علومِ قرآن وسیرت طیبہ سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم حضرات اس بات سے باخبر ہوں گے کہ ان علوم سے متعلق حافظ صاحبؒ کے تحریر کردہ گرانقدر اور وقیع مضامین بعنوان ''قرآن وسنت، چند مباحث'' دو اجزاء میں شیخ زاید اسلامک سنٹر کے زیر اہتمام شائع ہو چکے ہے۔

اللہ کریم ان کی تحریروں کو ہمارے لیے نافع بنائے اور مرحوم کو جنت میں اعلیٰ درجات سے نوازے۔

ہم تمام قلمی معاونین کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔

جمیلہ شوکت

Marfat.com

# حافظ صاحبؒ کے حالاتِ زندگی (ایک جائزہ)

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

## ابتدائی زندگی

پروفیسر حافظ احمد یارؒ کی پیدائش 5 فروری 1920ء کو جھنگ سے پانچ میل کے فاصلے پر دریائے چناب کے کنارے واقع موضع جیب میں ہوئی۔ سلسلہ نسب یوں ہے: احمد یار بن مہر محمد یار بن مہر قہمند .....ہے۔ وہ اپنے نام کے ساتھ ''جیبی'' نسبت لگانا پسند فرماتے تھے۔ان کا تعلق قدیم تاریخی شہر جھنگ کی ایک معروف اور قدیم قوم نول سے تھا۔اس قوم کی اکثریت پیشے کے اعتبار سے زمیندار تھی۔

والدین بستی میں اپنے تقویٰ اور شرافت کی وجہ سے معروف تھے۔حافظ صاحبؒ نے تعلیم کا آغاز گھر سے کیا اور اپنے والد صاحبؒ سے تجوید وقراءت کے ساتھ قرآن حکیم کی ناظرہ تعلیم مکمل کی۔ گاؤں میں بچوں کو سکول بھیجنے کا رواج عام نہ تھا۔ حافظ صاحبؒ کے والدین بالخصوص والدہ بہت ہی علم دوست خاتون تھیں۔ لہٰذا ان کی کوشش اور خواہش حافظ صاحب کو سکول لے جانے میں معاون ثابت ہوئی۔ دوران تعلیم والدین کو بعض مرحلوں پر مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن والدہ مرحومہ کی قربانیوں کا نتیجہ تھا کہ بچے کی تعلیم کا سلسلہ منقطع نہ ہوا۔ حافظ صاحبؒ نے علم سے محبت اور لگاؤ اپنی والدہ سے ورثہ میں پایا۔

آپ نے 1935ء میں ایم بی مڈل سکول جھنگ سے ورنیکلر کا امتحان پاس کیا اور 1937ء میں ایم بی ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ 1938ء

Marfat.com

میں والدین اپنی ایک اور ذمہ داری سے سبکدوش ہوئے یعنی انہوں نے حافظ صاحبؒ کو رشتہ ازدواج میں باندھ دیا۔ حافظ صاحب کے برادر محترم اور دیگر اعزہ سے حاصل ہونے والی معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ حافظ صاحب میٹرک کرنے کے بعد اگرچہ کچھ عرصے تک باقاعدہ کسی تعلیمی ادارہ میں داخلہ نہیں لیا۔ لیکن اپنے طور پر تعلیمی استعداد بڑھانے میں کوشاں رہے۔ 1945ء میں جے وی کا امتحان دیا۔ جے وی کلاس میں حافظ صاحبؒ کے علاوہ تمام ہم جماعت مڈل پاس تھے۔ اسی دوران حافظ صاحب کو کورس کی تیاری کے ساتھ کچھ فراغت میسر آئی۔ انہوں نے اس فارغ وقت کا بہترین مصرف تلاش کیا اور قرآن حکیم کے حفظ کا آغاز کیا۔ اور یوں دنیاوی لذائذ اور رنگینیوں کی طرف مائل ہونے کے بجائے اپنا ناطہ کتاب رشد و ہدایت قرآن حکیم سے جوڑ لیا جو وقت کے ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے نو ماہ کے قلیل عرصے میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت حافظ صاحب کی عمر تیئیس برس تھی۔ جے وی کا رزلٹ آیا تو اس میں بھی اول پوزیشن حاصل کی۔ جے وی کے بعد عملی زندگی کا آغاز تدریس سے کیا۔ دورانِ تدریس نہ صرف ایف۔ اے بلکہ بی۔ اے اور منشی فاضل کے امتحانات بھی امتیاز کے ساتھ پاس کیے۔ علم سے محبت اور لگاؤ اس قدر تھا کہ حصول علم کی پیاس میں اضافہ ہوتا گیا۔
حافظ صاحب نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی (1957) اور 1954ء میں ایم۔ اے اسلامیات امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور گولڈ میڈل حاصل کیے۔

حافظ صاحبؒ نے جو تعلق قرآن سے قائم کیا اس کو مضبوط بنانے کے لیے جامعہ محمدی کے مشہور عالم دین مولانا محمد ذاکر صاحب سے بھی عربی صرف و نحو پر دسترس حاصل کی۔

حافظ صاحبؒ کی لائبریری سے ملنے والی دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں

Marfat.com

اردو، فارسی اور انگریزی ادب سے بھی لگاؤ تھا اور انہوں اپنے احساسات کا اظہار نظم میں بھی کیا۔

## اخلاق و کردار

حافظ صاحب عالم باعمل تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ان کا تعلق مضبوط تھا۔ جس کا ثبوت ان کے عمل اور رویہ دونوں سے ملتا ہے۔ نہایت قانع، صابر و شاکر انسان تھے۔ خوشی و غمی، خوشحالی و تنگدستی ہر حال میں شکر و رضا کا پیکر تھے۔ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے۔ سچی اور کھری بات ان کی فطرت ثانیہ تھی۔

حافظ صاحبؒ کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ اس کے باوجود ضرورت مندوں اور کمزوروں کی مدد اور تعاون کے لیے ہمیشہ تیار رہتے۔ سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتے اور اپنی بساط کے مطابق اس کی مدد کرتے۔

سادگی اور کم وسائل کے باوجود ان کی زندگی بہت اطمینان بخش تھی۔ اضافی آمدنی کے لیے بذاتِ خود بھاگ دوڑ کر کے کبھی وقت ضائع نہیں کیا۔

حافظ صاحبؒ نہایت ذمہ دار انسان تھے۔ جب کسی کام کو اپنے ذمے لیتے تو عزم و ہمت اور عمدگی سے انجام دینے کی کوشش فرماتے۔ خلوص و دیانت داری کا پیکر تھے۔

حافظ صاحبؒ ایک متوازن شخصیت کے مالک تھے، اعزہ و اقارب اور اہلِ خانہ کے حقوق کی ادائیگی کو فرضِ اولین سمجھتے۔ نہایت خوددار اور غیرت مند تھے۔ مالی وسائل محدود ہونے کے باوجود کسی کا احسان لینا پسند نہ فرماتے۔ اگر کوئی دوست/عزیز ہدیہ دیتا تو اسے قبول کرتے اور خود بھی دینے کا اہتمام کرتے۔ بے حد متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ نام و نمود سے نفرت تھی۔ بازار سے سودا سلف خود لاتے۔ ایک مرحلے پر بھینس پالی تو اس کے لیے چارہ خود اٹھا کر لانے میں کسی قسم کی شرمندگی محسوس نہ کرتے۔

Marfat.com

ان کی شخصیت کا ایک اور نمایاں وصف مہمان نوازی ہے۔ اکثر و بیشتر گاؤں سے طلباء، مریض اور عدالتوں میں پیشی بھگتانے والے خواتین و حضرات لاہور آتے تو حافظ صاحبؒ کے گھر ہی قیام کرتے۔ حافظ صاحبؒ اپنی استطاعت سے بڑھ کر ان سب کی میزبانی کرتے۔ جب کبھی ان کے گھر جانے کا اتفاق ہوا تو گھر کو مہمان خانہ پایا۔

قدرت نے لطافت وظرافت سے بھی نوازا تھا۔ مجالس اور کلاس روم میں موقع ومحل کی مناسبت سے کوئی نہ کوئی لطیفہ یا واقعہ وقصہ برجستہ طور پر بیان کر دینا ان کا معمول تھا۔

بارعب شخصیت کے مالک تھے لیکن روکھا پن اور خشک مزاجی ان کے قریب نہ گزری تھی۔ ان سے جو بھی ملتا ایک اپنائیت کا احساس لے کر جاتا۔

## علالت ووفات

حافظ صاحبؒ نے صحت منداور بھرپور زندگی گزاری۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت کو اس کی رضا اور ہدایات کے مطابق گزارنے کی بھرپور کوشش کی۔ وفات سے کئی سال قبل ذیابیطس اور دل کا مرض لاحق ہوا۔ لیکن اس کے باوجود علمی وتحقیقی سرگرمیاں جاری رہیں۔ دسمبر 1996ء میں مرض نے شدت اختیار کر لی، تقریباً پانچ ماہ بستر علالت پر رہنے کے بعد 15 رمئی 1997 کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للّٰہ و انا الیہ رجعون

## تدریسی وتحقیقی سرگرمیاں

حافظ صاحب نے تدریسی زندگی کا آغاز 1937ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد موضع ٹھٹھہ جیانہ ضلع جھنگ کے پرائمری سکول سے کیا۔ ازاں بعد 1949-1952 ایم بی ہائی سکول ضلع جھنگ سے وابستہ رہے۔ جھنگ کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ محمدی میں کچھ عرصہ تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔

Marfat.com

1954ء میں ایم اے اسلامیات کرنے کے بعد اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں بطور لیکچرر مقرر ہوئے ۔ جب اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے ڈگری کلاسز اسلامیہ کالج سول لائنز منتقل ہوئیں تو حافظ صاحب کا تبادلہ بھی وہاں کر دیا گیا ۔ 1964ء تک اسلامیہ کالج میں خدمات سرانجام دیں۔

علامہ علاؤالدین صدیقیؒ مؤسس و صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب حافظ صاحب کی صلاحیتوں کے معترف تھے ۔ 1964ء میں علامہ صاحب نے حافظ صاحب کو شعبہ علوم اسلامیہ آنے پر راضی کرلیا ۔ حافظ صاحب شعبہ علوم اسلامیہ سے 1980ء تک وابستہ رہے ۔ 1976-1977ء میں شعبہ کی صدارت کا منصب بھی سنبھالا ۔ یونیورسٹی میں قیام کے دوران تقریباً 40 ایم۔اے کے مقالات کی نگرانی کی۔ علاوہ ازیں میں ملک و بیرونِ ملک سے تعلق رکھنے والے متعدد پی ۔ایچ ۔ڈی کے طلبہ کے نگران و ممتحن ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

ڈاکٹر اسرار احمد مؤسس قرآن اکیڈمی نے 1983ء میں قرآن اکیڈمی آنے کی دعوت دی ۔ محبت قرآن اور خدمت قرآن کے جذبے نے اس دعوت کو قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ حافظ صاحب نے قرآن اکیڈمی کے قیام کے دوران قرآنی علوم کو اپنی کاوشوں کا محور و مرکز بنایا اور لغات و اعراب کے نام سے قرآن حکیم کی تفسیر کا آغاز کیا۔ اردو زبان میں یہ اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے ۔ حافظ صاحب ہر کام اور ہر معاملے میں تکمیل پسند (Perfectionist) تھے ۔ اس کام کا آغاز کیا تو بحثیں طویل سے طویل تر ہوتی چلی گئیں ۔ صرف سورۃ بقرہ کی آیت ۱۱۰ تک تفسیر کر پائے تھے کہ انتقال کر گئے۔ یہ تفسیر ''حکمتِ قرآن'' میں 93 اقساط میں شائع ہوئی۔

Marfat.com

## دیگر سرگرمیاں

حافظ صاحبؒ مسجد دار السلام اور شہر کی دیگر مساجد میں خطباتِ جمعہ اور درسِ قرآن دیتے رہے اسی طرح مختلف مساجد میں نمازِ تراویح بھی پڑھائی۔ وفات سے قبل دوبار ہوسٹن (امریکہ) میں نمازِ تراویح پڑھانے اور مسلمانوں کی دینی مسائل میں رہنمائی کا بھی شرف حاصل ہوا۔

1961ء میں مطبوعہ قرآنِ مجید کے نسخوں کی نمائش کا اہتمام اسلامیہ کالج سول لائنز میں کیا۔

1963ء میں اسلامیہ کالج ہی میں سیرت النبی ﷺ پر نادر کتب کی نمائش کا اہتمام کیا۔

1964ء میں اسلامی خطاطی کے نادر نمونوں کی نمائش کا بھی انعقاد مذکورہ کالج میں کیا۔

ریڈیو کے دینی پروگراموں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے۔ جن میں سے اہم ''حی علی الفلاح'' اور ''صراطِ مستقیم'' ہیں۔

مقامِ افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں اہلِ علم کی قدر نہیں لہٰذا ان کے نگارشات اور تقاریر کو محفوظ کرنے کا کوئی معقول انتظام نہیں کیا جاتا۔ ریڈیو پاکستان لاہور اور CPU اسلام آباد سے جب حافظ صاحبؒ کے پروگرام کے کیسٹس حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تو وہاں کے ذمہ دار حضرات سے معلوم ہوا کہ وہ تمام پروگرام مٹا دیئے گئے ہیں۔

حافظ صاحبؒ کی لائبریری سے ملنے والی بعض دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکی سیاست پر ان کی گہری نظر تھی۔ اسلام اور پاکستان سے محبت ان کی زندگی کا مقصود تھی۔ 1995-1996ء کے اردو انگریزی اخبارات کے بعض کالم نگاروں کے تراشے جو ان کی

Marfat.com

فائل سے ملے ان سے اس بات کی مزید تائید ہوتی ہے۔

سعودی عرب کا مشہور ماہنامہ ''الفیصل'' بھی ان کے زیرِ مطالعہ رہتا ۔ ''الفیصل'' کا ایک مستقل عنوان ''مسابقہ'' (علمی مقابلہ) ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس دینی و علمی پروگرام سے دل چسپی تھی اور انہوں نے اس پروگرام میں حصہ بھی لیا۔ 9 رمئی 1996ء کو اس علمی آزمائش کے حل کا ایک نسخہ جوان کی لائبریری سے ملا وہ اس بات کا واضح ثبوت ہے۔

بعض دستاویزات سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ملک کی بعض مشہور علمی و ادبی اداروں کی رکنیت بھی حاصل تھی۔

## لائبریری

حافظ صاحبؒ علم دوست انسان تھے۔ کتاب سے محبت تھی۔ اچھی کتب کی تلاش اور ان کی خرید حافظ صاحبؒ کا مشغلہ تھا۔ اس کا ثبوت ان کی ذاتی لائبریری ہے جو ملک کی ممتاز لائبریریوں میں شمار کی جاسکتی ہے۔ قرآنِ حکیم کا ہر وہ نسخہ جو کتابت، طباعت یا رسم کے اعتبار سے کوئی امتیازی خصوصیت کا حامل ہوتا، حافظ صاحب ہر قیمت پر حاصل کرتے۔ سعودی عرب، مصر، مراکش، افریقہ اور یورپ کے مختلف ملکوں کے شائع کردہ قرآنِ حکیم کے نسخوں کو اپنی لائبریری کی زینت بنایا۔ انجمن حمایت اسلام کے شائع کردہ قرآن حکیم کے قدیم نسخوں کو بھی انہوں نے حاصل کیا۔ اسی طرح عالم اسلام کے چوٹی کے قاری حضرات کی قراءت کے ریکارڈ اور کیسٹس ان کی لائبریری کا ایک نمایاں وصف ہے اور بغیر کسی مبالغے کے اسے ''قرآن میوزیم'' کہا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں نادر کتب جغرافیہ اور بعض انسائیکلوپیڈیا بھی موجود ہیں۔

ان کے صاحبزادے ڈاکٹر نعم العبد نے سر دست اس علمی ذخیرے کو حفاظتی

Marfat.com

اقدامات کے بعد محفوظ کر لیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ مستقبل قریب میں اہلِ علم کے استفادے کے لیے اسے باقاعدہ لائبریری میں تبدیل کریں گے۔

حافظ صاحب کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ شعبہ علوم اسلامیہ کی لائبریری، پنجاب یونیورسٹی کی شعبہ جاتی لائبریریوں میں کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے ممتاز ہے۔

## تالیفات

حافظ صاحبؒ بہترین معلم ہونے کے ساتھ ایک مایہ ناز محقق بھی تھے۔ آپ نے علمی و تحقیقی مضامین کے علاوہ متعدد کتب بھی تالیف کیں۔ جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں۔

☆ حافظ صاحبؒ نے اسلامیہ کالج کے قیام کے دوران مجلس اسلامیات کے زیر اہتمام 1963ء میں کتب سیرت کی نمائش کا اہتمام کیا۔ نمائش کے فوراً بعد نمائش میں موجود کتب سیرت کی ایک فہرست شائع کی۔ سیرت النبی ﷺ پر کام کرنے والوں کے لیے یہ فہرست بطور Bibliography ایک مفید مرجع ہے

☆ 1964ء میں بی۔ اے اسلامیات لازمی (Elective) کے طلبہ کے لیے نصاب پر مشتمل 'دستور حیاء' اور ''دین و ادب'' کے نام سے دو کتب تالیف کیں۔

☆ بی۔ اے/بی۔ ایس۔ سی اسلامیات اختیاری (Optional) کے طلبہ کے لیے 'تفہیم آیات' مرتب کیں۔

☆ علاوہ ازیں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ایف۔ اے اور بی۔ اے اسلامیات کے طلبہ کے لیے قرآن حکیم اور سیرت پر متعدد علمی و تحقیقی یونٹ لکھے۔

Marfat.com

☆ حافظ صاحبؒ نے ایم ۔ اے اسلامیات کے جزوی تکمیل کے لیے ''یتیم پوتے کی وراثت'' پر تحقیقی مقالہ لکھا۔ یہ مقالہ بعض اضافوں کے ساتھ مجلس فاضلین علومِ اسلامیہ اور الفیصل پبلشرز کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

☆ حافظ صاحبؒ نے مختلف موضوعات بالخصوص قرآن و سیرت سے متعلق متعدد وقیع علمی و تحقیقی مقالات لکھے جو ملک کے مشہور مجلّات میں شائع ہوئے۔ شیخ زاید اسلامک سینٹر نے ان مقالات کو دو جلدوں میں شائع کر کے اس قیمتی ورثے کو محفوظ کر دیا ہے۔

☆ حافظ صاحبؒ کی تحریر کردہ نصابی کتب سے ایک انتخاب ''مضامینِ قرآن'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

# پروفیسر احمد یارؒ

پروفیسر عبدالحی صدیقی☆

حافظ احمد یار اس دُنیا سے اُٹھ گئے اور اپنے ساتھ وہ باتیں بھی لے گئے جو میرے لیے اب کسی اور میں نہیں۔ وہ میرے لیے عزیزوں سے زیادہ عزیز اور دوستوں سے زیادہ دوست تھے۔ مرحوم کی شخصیت جامع کمالات تھی۔ ان کی صحبت میں جی لگتا تھا۔ گھنٹوں بیٹھنے پر بھی یہ احساس نہ ہوتا کہ وقت کا زیاں ہوا ان کی محفل سے اُٹھتا تو علم وحکمت کے ایسے نادر ولطیف نکتوں کو دامن میں سمیٹتے ہوئے اُٹھتا کہ ان کا حصول کسی اور ماخذ سے ممکن نہ ہوتا اور یہ ان کی برسوں پر پھیلی ہوئی تحقیق وتجربہ کا ماحصل ہوتے۔

اسلام علم کو صاحب علم سے الگ کرکے نہیں دیکھتا۔ ایسی شخصیت جس کی بنا عمل کے تاروپود سے نہ ہو اسے وہ "کَمثلِ الحِمَارِ یَحمِلُ اَسفَارًا" قرار دیتا ہے۔ میں نے پچیس سالہ رفاقت کے دوران آپ کی ذات میں علم وعمل کا ایک حسین امتزاج پایا جو عہد حاضر میں شاید ہی کسی میں دیکھنے کو ملے۔ ان کو دین سے ایک گونہ لگن تھی اور اسکا اثر انکی شخصیت میں نمایاں تھا۔ جہاں تک شعائر اسلامیہ کا تعلق ہے وہ بدعات کے سخت مخالف تھے لیکن مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا متوازن دل و دماغ دیا تھا کہ کسی کو شکایت کا موقعہ نہ ملتا۔

---

☆ صدر (سابق) شعبہ اسلامیات، اسلامیہ کالج سول لائنز۔ لاہور۔

Marfat.com

باتیں بڑی محبت و لطف کی کرتے۔ برمحل اور اچھوتا فقرہ چست کرنے میں مرحوم کو خاص درک تھا۔ گول مول بات کرنے کے عادی نہ تھے۔ جو رائے رکھتے اس کا علی الاعلان اظہار کرتے ہر موقع سے اس خوبی سے عہدہ برا ہوتے کہ یہ محسوس نہ ہوتا کہ فلاں جگہ کمی ہے جسے پورا کرنے کے لیے کسی اور کو ڈھونڈنا چاہیے ثقیل الفاظ استعمال کرنے سے گریز کرتے مرحوم کے انداز کو سہل ممتنع کہا جا سکتا ہے۔

عہد حاضر میں ہر شخص کی انفرادی و اجتماعی زندگی تضاد کا شکار ہو چکی ہے۔ مذہبی دائرے کے اندر خدا ترسی اور پرہیز گاری کا دعویٰ کرنے والے اجتماعی معاملات میں اکثر خود غرض اور بے اصول ثابت ہوئے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ دینی مفادات کا دائرہ روز بروز تنگ ہوتا جا رہا ہے اور وہ دن زیادہ دور نہیں جب وہ مساجد کی پناہ لینے پر مجبور ہو جائے گا۔ آپ کی ساری زندگی اسی تضاد کے خلاف جہاد کرتے گزری۔ اسلامیہ کالج، سول لائنز کی فضا اور شعبہ علوم اسلامیہ کے در و دیوار اس بات کے شاہد عدل ہیں۔

اسلامیہ کالج میں لازمی دینیات (Religious Instructions) کا بھی ایک گھنٹہ ہوتا تھا اس پریڈ میں اکثر طلبہ لیکچر کم سنتے انہیں حاضری کی زیادہ فکر ہوتی اور تھوڑی بہت تفریح سے بھی باز نہ آتے لیکن مرحوم کی کلاس میں نظم و سکوت قائم رہتا اور طلبہ مرحوم سے مسرور بھی رہتے اور مرعوب بھی مرحوم اپنی کلاس کے تقریباً تمام لڑکوں سے باخبر رہتے۔

وہ نفوس صالحہ اور مومنہ جو اعتقاد حق اور عمل صالحہ کے ساتھ متصف ہیں اور جنہوں نے اللہ کے رشتہ و تعلق کے آگے تمام باطل قوتوں کے رشتوں کو توڑ ڈالا ان کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ مرحوم اس گروہ کے سرخیل تھے۔ آپ نے

Marfat.com

طرہ دستار پر کلہ فقر کو ترجیح دی اور اپنے موقف پر ڈٹے رہے اسلامیہ کالج سے رشتہ تدریس منقطع کرلیا اللہ تعالی نے دین دنیا کی کامرانیاں اُن کے نام لکھ دیں اور انہیں قال اللہ وقال الرسول کی مسند کا وارث بنا دیا۔

استاذی المحترم علامہ علاء الدین صدیقی مرحوم و مغفور نے بکمال شفقت و اصرار مرحوم کو شعبہ علوم اسلامیہ کے دبستان تدریس میں شامل کرلیا اور تفسیر کا پرچہ ان کے سپرد کر دیا جو اس سے پہلے بھی ان کے ذمہ تھا۔ مرحوم نے اس کا حق ادا کیا اور اپنے طلبہ کو اس انداز سے تیار کیا کہ وہ علوم جدیدہ کی زد میں آ کر اسلامی شعائر و معتقدات کے محافظ ثابت ہوں۔ قرآنی آیات سے استشہاد ان کے لیکچر کا امتیاز ہوتا فرمایا کرتے تھے قرآن مجید کی تدریس کے لیے وہی استاد اہل ہے جو حافظ قرآن ہو۔

شعبہ کی ایک روایت یہ بھی تھی کہ تمام اساتذہ دوپہر کا کھانا ایک میز پر مل کر کھاتے۔ حقیقت میں یہ مل بیٹھنے کی ایک تقریب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی فاجتمعوا علی طعامکم کی تعمیل ہوتی۔ طلبہ کے مسائل زیر بحث آتے نصاب پر گفتگو ہوتی۔ عصر حاضر میں رونما ہونے والے جدید مسائل پر بھی تبادلہ خیالات ہوتا۔ استاد گرامی حضرت علامہ مرحوم چونکہ اسلامی نظریاتی کونسل سے بھی تعلق رکھتے تھے اس لیے اپنے مسائل کے بارے میں اکثر ان کی رائے طلب کی جاتی تھی۔ بعض اوقات ان مسائل پر کئی کئی دن غور و خوص ہوتا۔ حضرت علامہ مرحوم اکثر مرحوم کی راے سے اتفاق کرتے۔ شعبہ کے قیام پر ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا اسے مستحکم بنانے اور اغیار کی نظربد سے بچانے کی شدید ضرورت تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس اجتماع سے یہ مقصد باحسن وجوہ پورا ہوا شعبہ میں اتحاد و اتفاق کی ایک فضا پیدا ہوگئی۔ راقم الحروف کالج سے فارغ ہونے

Marfat.com

کے بعد اکثر اس محفل کی فیوض و برکات سے مستفید ہونے کی سعادت حاصل کرتا۔

تعدد ازدواج کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر واضح کرنے کے لئے مرحوم نے سورہ النساء کی ابتدائی چند آیات کی روشنی میں طلبہ کے استفادہ کے لیے محققانہ انداز میں ایک تشریحی نوٹ سپرد قلم کیا متجددین کے حوالے سے اس میں چند کچھ ''سخن گسترانہ'' باتیں بھی شامل ہوگئیں بعض لوگ چیں بجبیں ہوئے بات مرحوم تک پہنچی تو فرمایا۔ ہم جس اسلام کے علمبردار ہیں اس میں کوئی پہلو ایسا نہیں جو حیات انسانی کے تمدنی و معاشرتی تقاضوں پر پورا نہ اترتا ہو یہ اس علیم وخبیر ہستی کا نازل کردہ ہے۔ جو خلاق فطرت ہے اور انسانوں کے اچھے برے تقاضوں کو خوب جانتا ہے اگر اس بات کا کہیں کوئی امکان ہوتا کہ کسی دور میں انسان کو کچھ ایسے حالات کا بھی سامنا ہوگا کہ قرآن مجید کی واضح تعلیمات کو بدلنے کی ضرورت محسوس ہوگی تو وہ یہ بشارت کبھی نہ سناتا "الیومَ اکملتُ لکم دِینَکُم" ہمیں اسلام کے کسی حکم پر نقاب ڈال کر پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ شکست خوردہ ذہنیت رکھتے ہیں اور مذہب کی حاکمانہ حیثیت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

علوم اسلامیہ میں جو تبحر مرحوم کو تھا اس سے قطع نظر دیگر کئی علوم وفنون میں بھی انہیں ماہرانہ دسترس حاصل تھی۔ خطاطی اور طب ان کے دل پسند موضوع تھے۔ حافظ یوسف سدیدی مرحوم جو پاکستان کے بہترین خطاط تھے نسخ اور نستعلیق دونوں کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ یادگار پاکستان کے زیریں حصہ پر کندہ آیات ان کے کمال فن پر گواہ ہیں بعد میں یہ سعودی حکومت کی دعوت پر ریاض چلے گئے اور بدقسمتی سے وہاں ایک حادثہ کا شکار ہوگئے۔ مرحوم کی ان سے اکثر ملاقات رہتی۔ انہی ملاقاتوں کی کرامت تھی کہ مرحوم نے علم الرسم پر کئی تحقیقی مقالات تحریر

Marfat.com

کیے اور سول لائنز کالج کے ہال میں قرآن مجید کے مطبوعہ نسخوں کی نمائش کا اہتمام کیا جس کے لئے ملک بھر سے کئی نایاب نسخے بڑی کوشش سے حاصل کیے گئے۔ ان نسخوں میں سب سے قدیم نسخہ یعقوب مستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اخبارات میں اس نمائش کو بہت پذیرائی ملی اور مرحوم کے ذوق کو مزید تحریک ہوئی نہ یہ فیصلہ کرلیا کہ وہ علم الرسم کے موضوع پر تحقیقی مقالہ مرتب کریں گے اور اسے یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کے لیے پیش کریں گے اس کے لئے برٹش میوزیم لائبریری سے کئی فوٹو حاصل کیے لیکن افسوس کہ یہ سلسلہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا اپنے ایک مقالہ میں علم الرسم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"علم الرسم پر اس قدر زیادہ کام ہوا ہے کہ اس فن کی تمام کتابوں کا شمار بھی کار دشوار ہے۔ اس کثرت تالیفات کا ایک سبب غالب یہ بھی بنا کہ مصاحف کی تیاری مسلمانوں کی روزمرہ کی ضروریات کا ایک جز تھا، اور ہے، ہر مسلمان کو نہیں تو کم از کم ہر مسلمان کنبہ کو ایک مصحف کی ضرورت ہوتی ہے اس بنا پر ہر ایک کاتب مصحف کے پاس ایک مختصر رہنمائے رسم قرآنی قسم کی کتابت یا رسالہ کا ہونا ضروری تھا۔"

مرحوم اگرچہ خود تو خوش نویس نہ تھے لیکن اس فن کے قواعد خوب جانتے تھے اور اس بارے میں بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ بیت القران جو پنجاب پبلک لائبریری کا ایک حصہ ہے اس کی دیواروں پر قرآن مجید کی بعض آیات لکھی گئیں مرحوم نے دیکھا تو فرمایا میں اس کو خطاطی نہیں کہہ سکتا اس میں خطاطی کے قواعد کا بالکل خیال نہیں رکھا گیا۔ یوسف سدیدی مرحوم نے آپ کے نام کا طغری بنایا تو مرحوم نے بڑے شوق سے اسے اپنے بیگ کی زینت بنایا۔

Marfat.com

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ اور تحقیق بھی مرحوم کی زندگی کا اہم مشن تھا۔ ہر سال پاکستان میں منعقد ہونے والی قومی سیرت کانفرنس میں شریک ہوتے اور مطلوبہ عنوان پر تحقیقی مقالہ پیش کرتے۔ ایک سال مرحوم کے مقالہ کو بہترین قرار دیا گیا اور اس کے اعتراف کے طور پر حکومت نے آپ کو عمرہ کا ٹکٹ مرحمت کیا۔ اس سلسلے میں آپ کا شاہکار کارنامہ فہرست کتب سیرت کی طباعت ہے جو مرحوم نے اسلامیہ کالج سول لائنز میں کتب سیرت کی نمائش کے موقعہ پر مرتب کی یہ فہرست سیرت پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے ایک بہترین ماخذ ثابت ہوئی اور اسے کتاب حوالہ کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ بعد میں آپ کے بہترین دوست اور محقق پروفیسر ڈاکٹر شیر زمان صاحب نے اس میں مزید اضافہ کیا اور اس کی طباعت کو جاذب نظر بنا دیا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم جامعہ محمدیہ جھنگ میں حاصل کی تھی اور شب و روز مقتدر علما کی محفلوں میں شرکت کا موقعہ ملتا تھا آپ نے محسوس کیا کہ فقہ میں متعدد مسائل ایسے ہیں جن پر کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہے۔ جب مرحوم نے شعبہ علوم اسلامیہ میں داخلہ لیا تو اپنے تحقیقی مقالہ کے لیے ''یتیم پوتے کی وراثت'' جیسے نازک مسئلہ کو موضوع بنایا۔ علماء نے آپ کی اس تحقیق کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور وکلا نے اس سے بھرپور استفادہ کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ، جن کا مرحوم سے رشتہ تلمذ بھی ہے شعبہ کی سربراہی کے زمانے میں شعبہ کے زیر اہتمام اس کی طباعت کا انتظام کر دیا۔ طباعت سے پہلے ڈاکٹر صاحبہ نے مرحوم سے اس بارے میں رائے لی کہ اگر وہ محسوس کریں تو اس پر نظرثانی کرلیں مرحوم نے اس کو پڑھا اور یہ کہہ کے واپس کر دیا کہ اس میں حک و اصلاح کی کوئی گنجائش موجود نہیں گویا زمانہ طالب علمی میں بھی وہ ایک بالغ

Marfat.com

النظر محقق تھے۔

متقاعد ہوئے تو تمام مصروفیات کو ختم کر دیا اور خود کو قرآن مجید کے لئے وقف کر دیا ڈاکٹر اسرار صاحب کے ہاں جانے لگے۔ شروع میں طلبہ میں فہم قرآن کو آسان بنانے کے لئے عربی گرامر کا درس شروع کیا۔ بعد میں اسے چھوڑ دیا اور اعراب القرآن کے سلسلے میں مجلّہ حکمت قرآن میں سلسلہ وار مضمون لکھنے شروع کر دیئے۔ افسوس ہے کہ عمر نے وفا نہ کی اور یہ کام بھی ادھورا رہ گیا۔

محدود آمدن کے باوجود کتابیں خریدنے کا جنون کی حد تک شغف تھا کتابوں کے انتخاب میں بڑی توجہ اور محنت سے کام لیتے۔ علوم اسلامیہ پر جو کتابیں بیرون ملک شائع ہوتیں مرحوم کی ان پر خاص نظر ہوتی۔ کتابوں کے انتخاب میں مرحوم کی وسعت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آپ کی ذاتی لائبریری میں ایسی گراں قدر اور نایاب کتب کا ذخیرہ موجود ہے جو ملک کی بڑی سے بڑی لائبریری میں بھی شاید نہ مل سکیں۔ کتابوں کے ساتھ مرحوم کی والہانہ محبت کا اظہار اس سے بھی ہوتا ہے جب شعبہ سے منسلک ہوئے تو لائبریری کو خود اپنے ہاتھوں سے مرتب کیا۔ مولانا عبیدالحق مہتمم المکتبۃ العلمیہ کے ساتھ بھی آپ کے دوستانہ مراسم تھے۔ باقاعدہ ان کے مکتبہ میں تشریف لے جاتے اور جو کتاب پسند ہوتی خرید لیتے۔

مرحوم نے اپنی تمام زندگی سلیقہ شرافت و صداقت میں گزار دی۔ وہ اپنے دوستوں اور شاگردوں اور علم کی فضاؤں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

---

Marfat.com

# یادِ رفتگان — حافظ احمد یارؒ

ڈاکٹر بشیر صدیقی☆

شعبہ علوم اسلامیہ میں حافظ احمد یار مرحوم کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ اُنہوں نے ایم۔ اے علوم اسلامیہ اور ایم۔ اے عربی میں امتیازات حاصل کئے تھے انہیں یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ علم کے ساتھ ساتھ جسم کے اعتبار سے بھی امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ اور انہیں دیکھتے ہی "بسطة فی العلم والجسم" کی آیت بے ساختہ زبان پر آجاتی۔

حافظ احمد یار مرحوم ایک فاضل، محقق، محنتی، شگفتہ مزاج، کھلے دل و دماغ سے کام لینے والے اور ہمیشہ ہشاش بشاش رہنے والے انسان تھے۔ جس مجلس میں گفتگو فرماتے تو وہ مجلس زعفران زار ہو جاتی۔ بعض دفعہ تو ان کی گفتگو اتنی فری سٹائل ہو جاتی تو ''یزدان بکمند آور اے ہمت مردانہ'' شعر ذہن میں گھوم جاتا۔

مرحوم کی کتب سے وابستگی مشہور تھی جب ماہانہ تنخواہ ملتی تو تن کے تقاضوں کو نظر انداز کرتے ذہن وقلب کو ترجیح دیتے ہوئے کتب خانوں کی طرف رجوع فرماتے۔ چونکہ مکتبہ علمیہ لیک روڈ سے ان کے ذوق کی اکثر کتب میسر آجاتیں تو بیشتر وہیں کا رُخ اختیار کرتے۔ ان کے ذوقِ مطالعہ کے نتیجے میں ان کی کتب گھر کے اکثر حصے کو گھیرے ہوتیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے تمام کتب کو یکجا کرکے ایک بڑے کمرے میں سجا لیا تھا اور اپنی چارپائی بھی وہیں بچھالی تھی جہاں وہ استراحت فرماتے۔ کہنے کو تو یہ چارپائی تھی وگرنہ اپنے حجم

---

☆ صدر شعبہ (سابق) اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی۔

Marfat.com

کے اعتبار سے اسے ''آٹھ پائی'' کا نام بھی دیا جا سکتا تھا۔ چارپائی کا ایک قابل ذکر کردار یہ بھی تھا کہ حافظ صاحب کے ذہنی اُفق سے قریبی کتابوں کو بھی شب و روز ان سے قریب رکھتی تھی۔

مرحوم کو نادر کتابوں کے جمع کرنے کا بھی بڑا شوق تھا اس حوالے سے مولانا شمس الدین (مسلم مسجد انارکلی) کے ہاں بھی چکر لگاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ راقم الحروف نے ایک نادر کتاب چند روز کیلئے عاریتاً مانگی تو ہر روز خوبصورت وعدہ فرماتے اور اگلے روز مجھے دیکھتے ہی بڑی خوبصورتی سے قہقہہ لگا کر بھول آنے کا اظہارفرما دیتے۔ میں نے چند روز کے بعد کہا کہ ''حافظ صاحب! براہ کرام اسے اپنی ڈائری میں نوٹ کرلیجئے'' ایک قہقہہ لگایا اور فرمانے لگے ''بسروچشم! لیکن یہ کون یاد کرائے گا کہ آج ڈائری بھی دیکھنی ہے'' بہرکیف ایک روز ازخود انہیں یاد رہا اور وہ کتاب لیتے آئے۔ راقم الحروف نے چند روز استفادہ کے بعد شکریہ کے ساتھ انہیں واپس لوٹا دی۔ مرحوم نے اپنے ایک باذوق دوست کا خط مجھے دکھایا جنہوں نے حافظ صاحب کو ''صاحب الانعام والحشرات'' کے لقب سے مخاطب کیا تھا واقعی بڑا موزوں لقب تھا۔ حافظ صاحب ہمیشہ تازہ دودھ کے حصول کیلئے بھینس رکھنے اور تازہ انڈوں اور گوشت کے حصول کیلئے مرغیوں کو پالنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ ایک روز ان کے دولت کدہ پر جانے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے ایک خاص آواز نکالی اور میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب کہ ہر سو سے مرغیاں حافظ صاحب کی آواز سن کر اپنا رُخ ان کی طرف کرتے ہوئے ہمہ تن گوش ہوکر اپنے آقا کا آئندہ حکم سننے کیلئے جمع ہوگئیں۔

مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ کسی نے بھینس کے حسن کو دیکھنا ہو تو احمد یار کی آنکھ سے دیکھے۔

Marfat.com

ایک دفعہ انہوں نے سَو سَو کے پانچ نوٹ جیب میں ڈالے تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو جیب میں نہیں تھے اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگے تو انہیں جیب کے نیچے اپنے ''شکم پُرلحم'' پر موجود پایا۔ حسب معمول ایک قہقہہ لگایا اور فرمانے لگے کہ ''آج پیٹ کا بڑا ہونا کام آ گیا ہے''۔

حافظ صاحب بڑے باہمت اور پُرعزم تھے۔ علامہ صاحب مرحوم جب وائس چانسلر کے منصب پر فائز ہوگئے تو انہوں نے تقابل ادیان کی تدریس، ایک سیکشن کی حافظ صاحب کے ذمہ لگائی اور دوسری سیکشن میں مضمون کی تدریس میرے سپرد فرمائی۔ کچھ عرصے کے بعد حافظ صاحب نے قہقہہ کی گونج میں مجھے یہ بتایا کہ جین دھرم اور بدھ دھرم کی تدریس کے دوران کئی ماہ وہ چارپائی پر نہیں سوئے اور ریاضت کا تجربہ کرتے رہے۔ تاہم انہوں نے تقابل ادیان کی تدریس سے کنارہ کش ہو کر خود کو قرآن مجید اور عربی ادب کے اعلیٰ مضامین کیلئے وقف فرما دیا۔

قرآن حکیم سے ان کی شغف کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے اپنے سب بیٹے اور بیٹیوں کے نام قرآن حکیم میں مذکور خوشگوار معانی کے حامل الفاظ کے حوالے سے رکھے تھے۔

مرحوم طلبہ کو بڑی محنت اور لگن سے پڑھاتے۔ طلبہ سے شفقت اور رفقاء اور احباب کے ساتھ نہایت اخلاص سے پیش آتے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد جب کبھی ان کے دولت کدہ پر اُن سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو ان کی آرزو ہوتی کہ مجلس دیر تک قائم رہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

---

Marfat.com

# پروفیسر حافظ احمد یارؒ — کچھ یادیں کچھ باتیں

پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی☆

حافظ احمد یار ایک خود ساختہ (Selfmade) سکالر تھے۔ وہ ایک ذہین، محنتی اور پرعزم شخصیت کے مالک تھے۔ گہرے علمی رسوخ کے علاوہ وہ سادہ طبیعت اورصاف گو مزاج کے انسان تھے۔ میں نے انہیں اپنے زمانہ طالب علمی میں اسلامیہ کالج سول لائنز میں دیکھا۔ گھنگھریالے بالوں، سیدھی مانگ اور کج کلاہی انداز کی ایک بھرپور شخصیت کالج کے راستوں اور برآمدوں میں متحرک نظر آتی۔ حافظ صاحب کو کبھی کتابوں کے بغیر نہ دیکھا۔ میں مدرسے سے کالج پہنچا تھا اور بھاری بھرکم کتابوں کے ماحول سے مختصر کتابوں کاپیوں کے منظر کو حیرت و آسائش کے انداز سے دیکھتا تھا۔ کالج کی دو شخصیتیں جاذب نظر تھیں ایک سید ابوبکر غزنویؒ اور دوسرے حافظ احمد یارؒ، ایک عربی کے استاد تھے اور دوسرے اسلامیات کے۔ میں عربی اور معاشیات کا طالب علم تھا اس لئے حافظ صاحب سے شرف تلمذ حاصل نہ ہو سکا۔ دونوں شخصیتوں میں قدر مشترک کتابوں کا بوجھ تھا۔ دونوں کو ہمیشہ کتابوں کی زینت سے مزین دیکھا۔ اس وقت کا اسلامیہ کالج علمی ادبی شخصیتوں کی کہکشاں تھا۔ پروفیسر حمید احمد خان، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر افتخار صدیقی، سید ابوبکر غزنویؒ اور حافظ احمد یارؒ وغیرہ۔ مجھے ابھی تک وہ مباحثہ یاد

---

☆ڈائریکٹر جنرل، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

Marfat.com

ہے جس کا موضوع تھا ''عقل بڑی کہ بھینس'' اور حافظ صاحب اپنی جاموس پسندی کے باعث یہ ثابت کر رہے تھے کہ بھینس عقل سے بڑی ہوتی ہے۔ سید ابوبکر غزنوی نے انہیں ایک مرتبہ پاپائے کالج کہا تھا کیونکہ کالج پر ان کا رعب تھا۔ پھر حافظ صاحب کے ساتھ ایک حادثہ ہوگیا وہ طلبہ کے ساتھ چھانگامانگا گئے ہوئے تھے۔ کہ طلبہ نے چھانگا مانگا کے بعض بااثر زائرین کے ساتھ الجھاؤ پیدا کر لیا اور نتیجہ انہیں اسلامیہ کالج چھوڑنا پڑا کیونکہ کالج پر انجمن حمایت اسلام کی حکومت تھی اور وہ انجمن مین رسوخ رکھتے تھے۔ حافظ صاحب نے عزت نفس کو ملازمت پر ترجیح دی اور گھر آ گئے۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم نے حافظ صاحب کو شعبہ اسلامیات میں جزوقتی ملازمت دی اور ازاں بعد مستقل طور پر شعبہ سے منسلک ہوگئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ۱۹۶۴ء میں شعبہ میں چار اسامیاں مشتہر ہوئیں تین پر پہلے ہی ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب ڈاکٹر امان اللہ خان صاحب اور حافظ احمد یار مرحوم کام کر رہے تھے اور چوتھی زاید تھی۔ اس اسامی کیلئے میں بھی امیدوار تھا چنانچہ نومبر ۱۹۶۴ء میں سیلیکشن بورڈ منعقد ہوا اور ہم چاروں انٹرویو کیلئے پیش ہوئے اور چاروں منتخب ہوئے۔ یہ حضرات تو سینئر تھے اور انہیں انہی تاریخوں سے مستقل تصور کیا گیا جن سے وہ کام کر رہے تھے البتہ میری تقرری تازہ تھی۔ ان میں ڈاکٹر امان اللہ خان صاحب اور ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی میرے استاد تھے جبکہ حافظ صاحب صرف سینئر بزرگ تھے۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی میرے نگران تھے اس لئے مجھے ان سے قرب بھی حاصل تھا اور طبعی مناسبت بھی۔ یہ تعلق خاطر بحمداللہ ابھی تک قائم ہے۔

حافظ احمد یار مرحوم سے اخلاص، احترام اور محبت کا تعلق ہمیشہ قائم رہا۔ ان سے خصوصی تعلق کا سبب، پس منظر کا اشتراک تھا۔ میں بھی ایک دیہاتی تھا

Marfat.com

اور وہ بھی۔ وہ جھنگ سے اور میں اس وقت کے ضلع سرگودھا سے۔ بدوی مزاج میں اکھڑپن کا ایک عنصر ہوتا ہے جو میرے نزدیک شخصیت کا حسن ہے۔ جراتمندی، صاف گوئی، سادہ دلی اور وفاداری اس مزاج کی چند خصوصیات ہیں۔ حافظ صاحب ان اوصاف کا مرقع تھے۔ وہ جامعہ محمدی ضلع جھنگ کے طالب علم تھے اور میں بھی اس درسگاہ کا ایک ادنی خوشہ چین ہوں۔ پھر ان کی علم دوستی اور تحقیقی شعور انسان کو جذب کرتی تھی۔ اس وقت کے شعبہ اسلامیات میں حافظ صاحب مرحوم منفرد علمی مرتبہ کے انسان تھے۔ جو چیز انہیں اپنے تمام ہمعصروں میں ممتاز کرتی ہے وہ ان کی محنت اور لگن تھی۔ انہیں قرآن اور تقابل ادیان کے مضامین دیئے گئے تو انہوں نے ان موضوعات پر بیشتر بنیادی ماخذ خرید کر اپنی ذاتی لائبریری بھرلی۔ انکی کلاس میں بیٹھنے والے طالب علم ان کے تبحر علمی اور وسعت معلومات کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کے ہاں بعض اوقات مواد کی ترتیب میں پیچیدگی ہوتی تھی لیکن بلاشبہ وہ اپنے موضوع پر حرف آخر ہوتے۔ انہوں نے بی اے کے نصاب کیلئے سورہ نساء کی تفسیر لکھی جو اپنی نوعیت کی منفرد درسی کتاب تھی۔ سید ابوبکر غزنوی کے ساتھ مل کر اسلامیات اختیاری کیلئے قرآنی سورتوں کا ترجمہ وتشریح لکھا جو زبان و بیان کا حسین نمونہ ہے۔

## تحقیقی کام:

قرآن حکیم، ان کی مطالعاتی و تحقیقی کاوشوں کا محور تھا۔ اس کے مختلف پہلوؤں پر انہوں نے بیش قیمت مضامین لکھے۔ خطاطی اور جغرافیہ ان کی دلچسپی کے میدان تھے۔ نیشنل جیوگرافک میگزین کے مستقل خریدار تھے۔ انکے شغف کا یہ عالم تھا کہ کبھی بات کرنے لگتے تو پھر دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو کر بات کرتے۔ بدقسمتی سے پالیسی سازوں کی تجرباتی پالیسیوں کی وجہ سے انہیں جلدی ریٹائر ہونا

Marfat.com

پڑا اور اس طرح شعبہ ایک محقق استاد سے محروم ہوگیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی انہوں نے تدریسی و تحقیقی مشاغل جاری رکھے۔ عربی زبان کی تدریس میں انہوں نے نئے افق روشناس کرائے اور قرآن پر تحقیق کے نئے زاویے تلاش کیے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے ہاں انکے مضامین چھپتے رہے۔ ہنوز کام نامکمل تھا کہ پہلے بیماری اور پھر اجل نے آلیا۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں اہل علم کی ناقدری ہے۔ جن اداروں یا افراد کے پاس وسائل ہیں انہیں اول تو گہرے علمی کام سے دلچسپی نہیں اور اگر ہے تو ان کے مزاج پر خرکاری کا غلبہ ہے۔ اہل علم کو کربناک حالات میں رکھ کر انھیں زیادہ سے زیادہ نچوڑنے کی کوشش ہوتی ہے اور یوں تجربہ کار دماغ اپنی کمزور جسمانی قوتوں کے باعث جلد ہی عالم بقا کو سدھارتے ہیں۔ تعلیمی ادارے تحقیقی منصوبوں سے تہی دامن ہیں اور معدودے چند تحقیقی ادارے خرکاروں کے تصرف میں ہیں اس طرح ریٹائر ہونے والے قوی دماغ بھی آہستہ آہستہ خزاں رسیدہ پتوں کی طرح جھڑتے جاتے ہیں۔

## ذاتی تعلق کا تجربہ و مشاہدہ:

ان سے براہ راست تلمذ نہ ہونے کے باوجود میں نے انہیں ہمیشہ استاد کی نظر سے دیکھا لیکن انہوں نے ہمیشہ ایک رفیق کی حیثیت سے معاملہ کیا۔ مجھے ہمیشہ ان کا اعتماد حاصل رہا۔ عمر کا جو تفاوت تھا اس میں استاد اور شاگرد ہی کا رشتہ جچتا تھا اور میں بے تکلفی کے باوجود احترام کا سلسلہ قائم رکھتا۔ انکی بے شمار شفقتوں میں سے ایک کا ذکر کافی ہوگا۔ میں ۱۹۷۵ء میں پی ایچ ڈی کیلئے ایڈنبرا یونیورسٹی آ گیا تو شعبے میں حقوق کی حفاظت کا مسئلہ تھا۔ یونیورسٹی نے ایسوسی ایٹ پروفیسر کی اسامی مشتہر کی تو میرے پاس مقالات اور کتابوں کے نسخے نہ تھے حافظ صاحب مرحوم نے ناشروں سے میری کتابیں حاصل کیں اور انہیں درخواست

Marfat.com

کے ساتھ جمع کرایا۔ بعد میں یونیورسٹی کے کباڑ خانے سے جب کتابیں حاصل کیں تو ان پر حافظ صاحب مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا نوٹ موجود تھا۔ ''انسان کامل'' کا وہ نسخہ شاید اب کہیں میرے گھر ہوگا جس پر یہ عبارت درج تھی ''یہ کتاب ایسوسی ایٹ پروفیسر کیلئے خالد علوی کی درخواست کے ساتھ جمع کرائی''۔

چیئرمین کی تبدیلیوں کے نظام کے تحت حافظ صاحب مرحوم چیئرمین رہے۔ مجھے ایک دوسرے چیئرمین کا بھی تجربہ ہے۔ ایڈنبرا جانے سے پہلے میں نے مطبوعہ کتابوں پر ڈی۔ لٹ کیلئے درخواست دی تھی۔ یونیورسٹی قانون کے مطابق اگر ریفری پی ایچ ڈی کیلئے سفارش کریں تو پی ایچ ڈی دے دی جاتی تھی۔ ابتدائی ممتحن اور غالباً ایک خارجی ممتحن کی رپورٹیں آ گئی تھیں تو اس وقت کے چیئرمین نے فائل پر نامناسب نوٹ لکھ کر اس کیس کو نہ صرف داخل دفتر کرایا بلکہ اس وقت غیر پی۔ ایچ۔ ڈی وائس چانسلر کو نامناسب تقویت پہنچا کر اس طرح پی ایچ ڈی حاصل کرنے کا قانون تبدیل کرایا۔ رہے نام اللہ کا۔

## صاف گوئی

علامہ صاحب مرحوم کے عہد صدارت میں اساتذہ کا اجتماعی کھانا ہوتا تھا اور ایک بے تکلف ماحول میں علمی بحثیں، تفریحی چٹکلے اور دوستانہ نوک جھونک ہوتی تھی۔ شعبہ کے ایک سابق محترم استاد سے حافظ صاحب کی نوک جھونک دلچسپ لطائف کی صورت اختیار کرتی اور علامہ صاحب مرحوم سمیت سب لوگ لطف اندوز ہوتے۔ ایک دن یہ استاد ایک اسلامی مورخ پر علمی تبصرہ فرما رہے تھے۔ یہ مورخ انکی پی ایچ ڈی کا موضوع تھا تو حافظ صاحب یکا یک بول اٹھے جناب اگر اپنے پی ایچ ڈی کے مورخ کی عربی کتاب کی چار سطریں درست اعراب کے ساتھ پڑھ دیں تو تب میں آپ کو پی ایچ ڈی مانونگا؟ جواب میں کھسیانی ہنسی کے سوا

Marfat.com

کچھ نہ تھا جبکہ پورا کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔ حافظ صاحب مرحوم نے جس بیساختگی سے کہا تھا وہ انہی کا حصہ تھا انکی صاف گوئی کا ایک اور واقعہ میرے ذہن پر نقش کالحجر ہے۔ ہوا یوں کہ ہم سب لوگ نیشنل سیرت کانفرنس کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔ ایک صبح ناشتے کی میز پر علماء و اساتذہ کا جمگھٹا تھا کہ ایک نوجوان مقرر، جو اب پروفیسر، علامہ اور ڈاکٹر کہلاتا اور سیاسی و مذہبی رہنما ہے اس وقت اس کی اٹھان تھی اور سرکاری حلقے اسے نمایاں کر رہے تھے، نے یکا یک اپنی بے لوثی للّٰہیت اور بلامعاوضہ خدمت دین کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا۔ کچھ لوگ توجہ سے اور کچھ بے توجہی سے سن رہے تھے کہ حافظ صاحب کی آواز گونجی۔ ''اوئے ککھ نہ رہوے تیرا۔ تینوں لاکالج دے ہاسٹل کڈھیا گیا سی تے توں میرے کول آیا سی کہ حافظ صاحب کوئی سستا مکان دلادیو میرے پاس کرائے دے زیادہ پیسے نہیں تے ہن کوٹھی تے کار کتھوں آ گئی'' یہ شخص چونکہ شعبے کا طالب علم اور حافظ صاحب کا شاگرد رہ چکا تھا اس لئے کسی بڑی بدتمیزی کی جرات نہ کر سکا۔ صرف اتنا کہہ سکا کہ حافظ صاحب آپ کو حقائق کا پتہ نہیں۔

مرحوم کا انداز یہ تھا کہ وہ مسکراتے یا ہنستے اور پھر بڑی سے بڑی بات کہہ جاتے۔ میں نے ان میں خوف نام کی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

میرا ان کے ہاں کبھی کبھار آنا جانا ہوتا تھا ایک دفعہ میں گیا تو دیکھا کہ حافظ صاحب مرحوم بھینس کا دودھ دوہنے میں مصروف ہیں اور بیگم صاحبہ ہاتھ میں بڑی لاٹھی لئے کھڑی ہیں تو میں نے بے تکلفی سے کہا بھابھی یہ لاٹھی بھینس کیلئے ہے کہ حافظ صاحب کیلئے۔ سب ہنس دیئے اور بات آئی گئی ہوگئی ۱۹۹۲ء یا ۱۹۹۳ء کی بات ہے میں برطانیہ سے واپس آیا تو ملنے کے لیے گیا کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں اٹھ کر آنے لگا تو بھابھی کو سلام کیا تو حافظ صاحب مرحوم نے

Marfat.com

ازراہ تفنن وہ بات یا دکرائی کہ تم نے فلاں وقت یہ بات کہی تھی۔

میرے پاس سکوٹر تھا اور جب پی ایچ ڈی کیلئے جانے لگا تو اسے بیچنے کا ارادہ تھا۔ حافظ صاحب مرحوم نے کہا کہ اے میرے پاس بیچ دو۔ میں نے کہا مجھے اتنے پیسے ملتے ہیں دیدیں اور لے لیں۔ مجھے کہنے لگے کہ میں تو اتنے پیسے دونگا اور سکوٹر بھی لونگا۔ وہ سکوٹر دیر تک چلاتے رہے جب تک ہاتھوں کی گرفت مضبوط تھی اس وقت تک اسے چلایا اور جب ملے تو کہا کہ تمہارا سکوٹر چلا رہا ہوں۔

اللہ تعالی نے انکے اخلاص اور سادہ مزاجی کو نوازا۔ دونوں بیٹے ماشاء اللہ خوشحال ہیں ایک بیٹی نے پی ایچ ڈی کی ہے جو ان کے علم، تحقیق اور رسوخ کی زندہ مثال ہے۔

حافظ صاحب مرحوم ہمارے شعبے کے سب سے بڑے عالم اور محقق استاد تھے۔

اللھم اغفرہ وارحمہ۔

---

Marfat.com

# حافظ احمد یارؒ — یادوں کے آئینے میں

ڈاکٹر محمد طفیل☆

۱۶ مئی ۱۹۹۷ء کو فجر کی نماز سے فارغ ہوا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ ریسیور اٹھایا تو دوسری جانب سے محترمہ پروفیسر افروز بیگم بات کر رہی تھیں۔ انھوں نے بتایا کہ استاذ محترم جناب پروفیسر حافظ احمد یار ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انھوں نے مزید بتایا کہ حافظ صاحب مرحوم کی تدفین لاہور میں عمل میں آئے گی۔ "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون"

یہ کلمات بے ساختہ میری زبان سے ادا ہوئے اور میں یادوں کے ایک اتھاہ سمندر میں ڈوب گیا۔ استاذ محترم قبلہ حافظ احمد یار کے ساتھ مختلف حیثیتوں سے گذارے ہوئے مختلف لمحات، متنوع واقعات اور علمی امور یکے بعد دیگرے میرے ذہن میں گردش کرنے لگے اور ان قیمتی ساعتوں کا نقشہ ایک تصویر کی مانند سامنے آ گیا۔ گویا سارا ماضی سمٹ کر اور جمع ہو کر اس امر کا اعلان کر رہا ہو کہ استاذ محترم تو اپنا فرض پورا کر گئے، اس کائنات میں اپنا حصہ ڈال گئے اور وہ اپنے پیچھے علمی میراث، روحانی ورثہ اور مادی یادگاریں چھوڑ گئے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کے علمی اور روحانی ورثہ کو اگلی نسلوں تک منتقل کریں۔ یہ انتہائی خوش آئند کوشش ہے کہ ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور نے ان کی

---

☆ فیکلٹی آف اصول الدین بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

Marfat.com

سنہری خدمات کے اعتراف، ان کے علمی میراث کے تحفظ اور ان کی دینی، علمی اور ملی خدمات کو اُجاگر کرنے کے لیے اس تقریب کا اہتمام کیا۔

وہ میرے استاذ محترم تھے۔ مجھے ان سے قلبی لگاؤ تھا۔ ان کی شخصیت میرے لیے ایک ماڈل تھی۔ میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا اور بہت کچھ حاصل کیا۔ یہ سب امور نہ ایک نشست میں بیان کیے جاسکتے ہیں اور نہ ہی ایک تحریر میں سموئے اور سمیٹے جاسکتے ہیں۔ اس لیے میں اپنی چند یادیں آپ سے Share کرنے کی کوشش کروں گا۔

حافظ احمد یار مرحوم قرآن حکیم کے حافظ تھے۔ وہ قدیم و جدید علوم میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ وہ بلا کے ذہین، تحقیقی اور تخلیقی صلاحیتوں اور قوتوں سے مالامال تھے۔ ان کی معلومات وسیع تھیں۔ انہیں جدید اسلامی مسائل کا عمدہ شعور و ادراک تھا۔ اور ان مسائل کے حل کے لیے وہ اپنا مدلل اور قوی نقطہ نظر رکھتے تھے۔ علمی امور میں ان کی گہری دلچسپی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے مالی وسائل کا خطیر حصہ کتابوں کی خریداری پر صرف کرتے تھے۔ اور ان کا ذاتی کتب خانہ اس حقیقت کا زندہ ثبوت ہے۔ مزید برآں وہ جب تک شعبہ علوم اسلامیہ سے وابستہ رہے۔ اس عرصے میں ادارے کے کتب خانے کا انتظام و انصرام بھی ان کے ہاتھوں میں تھا۔ چنانچہ اس ادارے کے کتب خانے میں علمی کتب کا ذخیرہ جمع کرنے میں حافظ صاحب مرحوم نے کلیدی اور اہم کردار ادا کیا۔ کتب کا انتخاب اور خریداری، ان کی فہرست سازی، کتب کی درجہ بندی (Classification) انہی کی علمی وسعت اور انتظامی صلاحیتوں کی آئینہ دار ہیں۔

تعلیم سے فراغت پانے کے بعد محترم حافظ احمد یار مرحوم نے تدریس کا شعبہ اختیار کیا۔ انہوں نے تدریس کا آغاز جھنگ کے ایک سکول سے کیا۔ وہ

Marfat.com

کالج کی سطح پر بھی معلم کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ تاہم انہوں نے اپنی تدریسی زندگی کا طویل ترین عرصہ جامعہ پنجاب کے شعبہ علوم اسلامیہ میں گزارا۔ یہیں ان کے صحیح معنوں میں علمی جوھر کھلے اور یہیں انہوں نے اپنی علمیت، اپنے تجربے اور اپنی شفقت سے خلق خدا کو فیض یاب اور متاثر کیا۔ اور ایک کامیاب اور ہر دل عزیز استاد کی حیثیت سے ہمیشہ یاد کیے جاتے رہیں گے۔

محترم حافظ احمدؒ یار مرحوم سے میری پہلی ملاقات اگست۔ ستمبر ۱۹۶۸ء میں ہوئی، جب راقم الحروف ایم۔ اے علوم اسلامیہ کے طالب علم کی حیثیت سے اس شعبہ سے وابستہ ہوا۔ مجھے پہلے ایم اے عربی کرنے کا موقعہ ملا۔ اس لیے جامعہ پنجاب کے ماحول، ایم اے کی سطح پر معیار تعلیم اور یونیورسٹی اساتذہ کے طریق تدریس سے میں آگہی حاصل کر چکا تھا۔ یونیورسٹی تعلیم کے ابتدائی تجربہ کی روشنی میں، جب مجھے محترم حافظ صاحب سے استفاد کا شرف حاصل ہوا تو میں نے انہیں دیگر اساتذہ کرام کے مقابلے میں کئی لحاظ سے مختلف پایا۔

حافظ قرآن ہونے اور قدیم و جدید تعلیم سے آراستہ ہونے کی بناء پر حافظ صاحب کا نہ صرف مطالعہ بہت وسیع تھا بلکہ جدید کتابوں کا مطالعہ ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ اس وسیع اور ہمہ پہلو مطالعہ کی جھلک ان کی تدریس و تحقیق دونوں میں نمایاں رہی۔ وہ جب بھی کسی موضوع پر روشنی ڈالتے تو اس کا حق ادا کرتے تھے۔

پروفیسر احمد یار مرحوم کا منہج تدریس بھی اپنا ہی تھا۔ وہ ہمیں علوم قرآن اور تفسیر کا پرچہ پڑھاتے تھے۔ ان دنوں غالباً سورۃ النساء، سورۃ المائدہ، سورۃ الانعام، سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ داخل نصاب تھیں۔ یہ حقیقت علوم قرآن کے طلبہ سے مخفی نہیں کہ یہ سورتین قرآن حکیم کی مشکل ترین سورتیں میں سے ہیں۔ ان

Marfat.com

میں اسلام کی بنیادی تعلیمات، معاشرتی احکام، حدود، مسلم غیر مسلم تعلقات، دین کی تکمیل، مسلمانوں کے باہمی تعلقات، احکام جہاد، منافقوں کی کجروی نیز اسلامی کیلنڈر وغیرہ کے احکام جیسے ادق موضوعات شامل ہیں۔ اور ان احکام کی تفاصیل و جزئیات کا ان سورتوں میں مفصل بیان ملتا ہے۔ بطور استاذ وہ نہ صرف ان تمام امور پر سیر حاصل علمی بحث کرتے تھے۔ بلکہ قرآنی آیات سے نئے مسائل کا حل تلاش کرنے پر بھی وہ خصوصی توجہ دیتے اور طلبہ میں یہ صلاحیت اور ملکہ اجاگر کرتے تھے۔

قرآن حکیم کی تفسیر لکھنا ایک ادق علمی کام ہے۔ جبکہ راقم الحروف کی ناقص رائے میں قرآن حکیم کی تفسیر پڑھانا اس سے بھی زیادہ مشکل کام ہے۔ اور اس مشکل میں اس وقت مزید کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے جب طلبہ و طالبات کی نہ صرف ذہنی سطح اور علمی پس منظر مختلف ہوں بلکہ طلبہ اور طالبات مختلف مذہبی مسالک سے بھی وابستہ ہوں۔ قرآن حکیم شریعت اسلامی کا اولین مصدر ہونے کی حیثیت سے، تمام مسلمانوں کے لیے یکساں منبع ہدایت اور چشمہ فیض ہے۔ اس لیے ہر طالب علم اپنی ذہنی فکر اور اپنے پسندیدہ امور میں قرآنی رہنمائی کا متمنی اور متلاشی رہتا ہے۔ مشاہدہ ہے کہ استاذ محترم کے درس یا جماعت میں شریک ہر شخص اپنا دامن قرآنی جواہر پاروں سے بھر لیتا تھا۔ بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ طلبہ مشہور آیات مبارکہ کے بارے میں خوب مطالعہ کرکے جماعت میں آتے اور اپنے مرغوب دلائل اور مسائل بھی جمع کرکے لاتے۔ لیکن لائق اور کامیاب استاد کا منہج تدریس اس قدر عمدہ، وسیع معلومات پر مشتمل اور طرز بیان اس طرح واضح، شگفتہ اور دل کش ہوتا تھا کہ وہ طلبہ کی فکری الجھنوں اور ان کے ذہنی خدشات وتحفظات کو خود ہی بآسانی صاف کر دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

تفسیر پڑھاتے وقت حافظ صاحب مرحوم علم کا بحر ذخار معلوم ہوتے تھے۔ وسعت مطالعہ تو ان کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ لیکن ایم اے کی سطح پر تفسیر پڑھانے کے لیے وہ بہت زیادہ مطالعہ کرتے تھے۔ مسلک اہل سنت کے مفسرین کی قدیم و جدید تفاسیر کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ وہ معتزلہ، جعفریہ، زیدیہ، اباضیہ اور صوفیہ کی تفاسیر کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔ قرآن حکیم کی ہر آیت اور ہر آیت کے ہر لفظ کا اعراب متعین کرنا، اختلاف قراء ات بیان کرنا، مشکل الفاظ کے متعدد معانی بتانا اور انہیں شواہد سے واضح کرنا، مسلمانوں کے مختلف مسالک کے افکار و نظریات کی حامل آیات کی متنوع تفسیری روایات بیان کرنا، جدید فکری رجحانات جیسے سوشلزم، کمیونزم اور مارکسزم وغیرہ کی قرآنی آیات سے تردید کرنا ان کا روز مرہ کا معمول تھا اور یہی ان کے منہج تدریس کی کامیابی کا راز بھی تھا۔

اگر میری یادداشت درست ہے، تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سورۃ المائدہ کی ابتدائی سات آیات پر کئی ہفتے درس جاری رہا تھا۔ اور سورۃ المائدہ کی تیسری آیت جو حرام جانوروں اور "اھل بہ لغیر اللّٰہ" کے احکام کے ساتھ دین کی تکمیل کا مژدہ بھی سناتی ہے۔ اس آیت پر حافظ صاحب مرحوم نے پانچ دن گفتگو کی تھی۔ انہوں نے کرۂ ارض پر مروجہ ذبح کے تمام طریقے بیان کرکے، اسلامی ذبیحہ کو ہر طرح سے احسن اور مفید ثابت کیا تھا۔

اسی طرح ذبیحہ اہل کتاب اور کتابیہ سے نکاح کے بارے میں حافظ صاحب یہ موقف رکھتے تھے کہ قرآن حکیم کی واضح تعلیمات ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی کتاب میں تحریف کرلی ہے۔ اس لیے زبور، تورات اور انجیل اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہیں۔ لہذا آج یہودی اور نصاریٰ چونکہ حقیقی معنوں میں اہل کتاب نہیں ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے نہ ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے اور

81257

Marfat.com

نہ ان کی خواتین سے مسلمانوں کا نکاح کرنا درست ہے۔

سورۃ الانعام آیات نمبر ۹۹، ۱۴۱ اور ۱۴۲ کھیتی باڑی، باغات، پودوں اور پھولوں سے بحث کرتی ہیں۔ جن دنوں حافظ صاحب ان آیات کی تدریس کے عمل سے گذر رہے تھے۔ ان دنوں وہ کسی ایسی اردو تفسیر (جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا) سے استفادہ کرتے تھے۔ جو کسی زرعی ماہر نے مرتب کی تھی اور اس فاضل مفسر نے اس تفسیر میں زرعی علوم کا نچوڑ بیان کردیا تھا اور استاذ محترم وہ تمام معلومات طلبہ کے ذہن پر مرتسم کرنے کے متمنی تھے۔ نیز آیات نمبر ۱۴۲ میں اناج کی زکوۃ اور عشر کی جانب رہنمائی ملتی ہے۔ دوران تدریس استاذ محترم نے اس موضوع پر نہایت علمی اور مفصل گفتگو کی اور اسلامی ریاست کے محاصل کی اس عظیم مد کو ملک میں متعارف کرانے پر نہ صرف زور دیا بلکہ اس کا عملی خاکہ بھی پیش کیا۔ اور حافظ صاحب کی ''عشر'' سے دلچسپی ہمیشہ قائم رہی اور بعد میں انہوں نے ''عشر کی اہمیت و افادیت'' کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ تحریر کیا۔ جو ملک کے موءقر تحقیقی مجلّے ''فکر ونظر'' اسلام آباد کے جنوری ۱۹۸۴ء کے شمارے میں طبع ہوا۔

اسی طرح سورۃ الانعام کی آیات نمبر ۱۵۱ اور ۱۵۲ کی تفسیر بیان کرتے وقت آپ نے تورات کے احکام عشرہ تفصیل سے بیان کیے۔ تورات کے احکام عشرہ اور ان دونوں آیات میں مذکور احکام کا باہمی موازنہ کیا اور اس امر کی وضاحت کی کہ موسوی شریعت کی نسبت محمدی شریعت میں احکام کی وسعت اور ہمہ گیریت زیادہ ہے۔ نیز شریعت محمدی کے احکام زیادہ قابل عمل اور پوری انسانیت کے لیے ابدی ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔

نیز سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶۴ "یاٰیھا النبی حسبك الله و من اتبعك من المومنین" (اے نبی تجھے اللہ کافی ہے اور ان مومنوں کے لیے بھی

Marfat.com

وہی کافی ہے جو تیری پیروی کررہے ہیں) بھی حافظ صاحب کے خصوصی مطالعہ میں شامل تھی۔ یہ آیت کریمہ اعراب کے لحاظ سے کئی پہلو رکھتی ہے۔ اور "ومن اتبعك من المومنين" کا حصہ نحوی لحاظ سے حال بھی ہے، بیان بھی ہے، عطف و معطوف کے ذریعہ سے، باہم مربوط بھی ہے جبکہ "حسبك الله" کا فاصلہ معطوف اور معطوف علیہ کے مابین موجود ہے۔ چونکہ اعراب القرآن حافظ صاحب مرحوم کی خاص دلچسپی کا موضوع تھا۔ اس لیے انہوں نے اس آیت کے مختلف اعراب واضح کیے۔ جامعہ نجاب سے ریٹائرمنٹ کے بعد جب پروفیسر احمد یار مرحوم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے تعلیمی ادارے سے وابستہ ہوئے، اس وقت آپ نے تدریس قرآن کرتے وقت قرآن حکیم کے ہر لفظ کے اعراب پر مبنی تحریریں مرتب کیں۔ جو ایک انتہائی علمی اور مفید مطالعہ ہے۔ جس کی طباعت علوم قرآن کے طلبہ کے لیے ایک نادر تحفہ ہوگا۔

بطور استاذ ان میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ وہ وقت پر کلاس میں آتے۔ پورا وقت تدریسی کام میں مشغول رہتے، نہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع کرتے اور نہ ہی طلبہ کو غیر ضروری گفتگو کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ البتہ ان کے پیریڈ میں علمی سوال کرنے کی کھلی اجازت ہوتی تھی۔ بلکہ بعض اوقات وہ پریڈ کے آخری حصہ میں اپنے طلبہ کو سوال کرنے کا موقع فراہم کیا کرتے تھے اور طلبہ کے علمی اور دینی نوعیت کے سوالات کے تشفی بخش جوابات دیا کرتے تھے۔

مقالہ نگاری کے سلسلے میں جو طلبہ اور طالبات ان کی زیر نگرانی کام کرتے رہے۔ راقم الحروف کی رائے میں وہ انتہائی خوش نصیب رہے۔ کیونکہ استاذ محترم ہر طالب علم کے علمی کام کو ہمیشہ اپنا ذاتی کام تصور کرتے تھے۔ چنانچہ موضوع کا اختیار کرنا، اس کی حدود و قیود متعین کرنا، مصادر و مآخذ کی تلاش۔ خاکہ کی تیاری

Marfat.com

میں وہ ذاتی دلچسپی لیتے۔ مواد کی فراہمی، مقالہ کی ابواب بندی اور مسائل کے تجزیہ میں طلبہ کے وہ ہمیشہ معاون رہتے۔ نیز مقالہ کے تحریری اور تکمیلی مراحل میں بھی طلبہ ان سے بھرپور استفادہ کرتے تھے۔ اس طرح حافظ صاحب مرحوم کی نگرانی میں جو مقالات مکمل ہوئے۔ نہ صرف ان کے موضوعات مفید اور روزمرہ کے انسانی مسائل کا احاطہ کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا تحقیقی معیار بھی بہت بلند ہے۔

استاد ہونے کے حوالے سے بعض امور ایسے بھی تھے جن میں حافظ صاحب بہت سخت اور اصول پرست رہے۔ چنانچہ کمرۂ کلاس میں نظم ونسق کی وہ سختی سے پابندی کرتے تھے۔ جامعہ کے قوانین اور شعبہ کے نظم ونسق پر وہ کبھی سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔ طلبہ و طالبات میں مطالعہ کتب کا شوق ضرور اُجاگر کرتے، لیکن وہ انہیں اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ شعبہ کے کتب خانہ سے کتاب مستعار لے کر اسے واپس نہ کریں۔ لائبریری کی کتاب کی واپسی کو یقینی بنانے کے لیے وہ شدت برتنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

پروفیسر احمد یار صاحب اپنے تدریسی فرائض انتہائی محنت، لگن اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے اور حتی الوسع وہ اپنا پریڈ خالی نہیں چھوڑتے تھے۔ اس لیے وہ عموماً اپنے پرچے کا پورا کورس پڑھاتے اور پورے کورس میں سے ہی پرچہ سوالات مرتب کیا کرتے تھے۔ وہ منتخب حصوں کی تدریس یا کورس کے منتخب حصوں کے مطالعہ کے قائل نہیں تھے۔ اس لیے طلبہ کو ان کے پرچہ میں زیادہ محنت کرنا پڑتی تھی۔ مزید برآں انکا پرچے جانچنے کا انداز بھی دیگر ممتحنین سے مختلف ہوتا تھا۔ چنانچہ ان کا اپنا بیان تھا کہ ''میں نے ہر سوال کے جواب کے نکات اپنے پاس محفوظ کر رکھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح میں نے ہر سوال کو اجزاء میں تقسیم کرکے ہر ہر جزو کے الگ نمبر مقرر کر رکھے ہوتے ہیں اور مارکنگ کرتے وقت

Marfat.com

میں ہر امیدوار کے پرچہ جوابات کا اپنی یادداشتوں سے موازنہ کرکے نمبر دیتا ہوں۔ اس لیے جو امیدوار مجھ سے ستر فیصد یا اس سے زائد نمبر حاصل کر لیں تو مجھے اپنے اوپر شک ہونے لگتا ہے۔ کہ کہیں میں نے غلط مارکنگ تو نہیں کر دی؟ یا طالب علم میں کوئی غیر معمولی ذہانت اور صلاحیت پائی جاتی ہے'' ان امور کی روشنی میں ان کے پرچہ میں امتیازی نمبر حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوا کرتا تھا۔

حافظ صاحب مرحوم کی زندگی علمی مشاغل سے عبارت رہی۔ ۰۰ تعلیم و تعلم، تربیت اولاد، مطالعہ کتب اور تحقیقی و تصنیفی کاموں میں ہمہ وقت مصروف دکھائی دیتے تھے۔

کلاس سے فارغ ہوکر وہ کتب خانہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ چنانچہ جب تک شعبہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال کیمپس میں قائم رہا، ان کی مسند کتب خانہ کی اندر ہوتی تھی۔ ان سے وہیں ملاقات کی جاسکتی تھی۔ چنانچہ جب بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ انہیں کتب خانہ میں مصروف مطالعہ پایا۔

اگرچہ حافظ صاحب مرحوم تمام علوم و فنون کا مطالعہ رغبت اور توجہ سے کرتے تھے لیکن ان کی دلچسپی کے میدان محدود تھے۔ ان میں علوم قرآن، سیرت طیبہ، مسلمانوں کی خطاطی اور جغرافیائی معلومات چار ایسے علمی موضوعات ہیں جن سے ان کی دلچسپی اور وابستگی مستقل بنیادوں پر قائم رہی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی علمی کاوشوں، تصنیف و تالیف اور ذاتی کتب جمع کرنے کا محور یہی چار موضوعات رہے۔

قرآن حکیم، اس کا رسم الخط، نظم قرآن، اس کے اشاریئے، قرآن حکیم کے جغرافیائی پہلو اور رسم عثمانی جیسے موضوعات سے ان کی خصوصی دلچسپی نمایاں

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ وہ قرآن حکیم کے حافظ تھے اور ہر سال مصلی سنایا کرتے تھے۔ اس لیے قران حکیم کے کسی بھی پہلو پر تدریسی یا تحقیقی کام کرنے میں انہیں کسی بھی مشکل کا سامنا نہیں ہوتا تھا۔ اسی لیے وہ تفسیر اور علوم قرآن کا پرچہ بطیب خاطر پڑھاتے تھے۔ اور اس کے مختلف پسندیدہ پہلوؤں پر انہوں نے اپنی تصانیف بھی یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں سورۃالنساء اور سورۃ آل عمران کی الگ الگ مطبوعہ تفسیر، اعراب القرآن کے موضوع پر ابتدائی پاروں کے اسباق، یتیم پوتے کی وراثت، کتابت مصاحف اور علم الرسم اور کتابت مصاحف اور علم الضبط شامل ہیں۔ آخری دو بلند پایہ طویل تحریریں علمی مجلّہ ''فکر ونظر'' اسلام آباد میں بالترتیب اکتوبر ۱۹۸۷ء اور اپریل ۱۹۸۸ء میں طبع ہوئیں۔ یہ وقیع علمی مقالات کتابی شکل میں طباعت کے تاحال منتظر ہیں۔ ☆

سیرت طیبہ کے موضوع سے انہیں دلی لگاؤ تھا۔ چنانچہ مطالعہ سیرت طیبہ کے فروغ اور اس مضمون کو جامعہ کی سطح پر مقبول بنانے کے لیے وہ ہر طرح سے کوشاں رہے۔ ساٹھ کی دہائی میں انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور میں کتب سیرت کی نمائش کا اہتمام کیا۔ غالباً پاکستان میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی نمائش تھی۔ جس میں بڑی تعداد میں کتب سیرت نمائش کے لیے رکھی گئیں۔ اس نمائش کا نمایاں علمی پہلو یہ بھی ہے کہ محترم حافظ صاحب کی کوششوں کے نتیجے میں اس نمائش کی فہرست کتب بھی شائع ہوئی۔ جو پاکستان میں سیرت طیبہ پر پہلی مرتب بلیوگرافی کا درجہ رکھتی ہے۔

مطالعہ سیرت اور سیرت نگاری سے حافظ صاحب کی دلچسپی اور شغف عمر

---

☆ الحمد للہ یہ مقالات اور دیگر مقالات شیخ زاید اسلامک سنٹر نے شائع کرا دیے ہیں۔

Marfat.com

بھر قائم رہا۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہ خاموشی سے علمی کام کرنے کے قائل تھے۔ انہیں کانفرنسوں اور سیمینار وغیرہ میں شرکت کا شوق نہیں تھا۔ اس کے باوجود وہ وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی قومی سیرت کانفرنسوں میں شریک ہوتے اور اپنے مقالات پیش کرتے رہے، جو وزارت مذہبی امور کی طرف سے چھپنے والے مجموعہ ہائے مقالات کی اب بھی زینت ہیں۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ سیرت طیبہ کے موضوع پر مختلف علمی جرائد میں طبع ہونے والے حافظ صاحب کے علمی جواہر پارے یکجا جمع کر کے کتابی شکل میں طبع کر دیئے جائیں۔ تاکہ ان تحقیقی اور علمی جواہر پاروں سے طالبان علم اور عاشقان سیرت استفادہ کر سکیں۔

حافظ صاحب مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں سیرت طیبہ کے ایک اہم، وقیع، اور دقیق کام کی طرف خصوصی توجہ دی اور اس کام پر اپنا قیمتی وقت، علمی وسعت، تجربہ اور سرمایہ سبھی کچھ صرف کیا۔ میری مراد "معجم معالم الجغرافیه' والتاریخیة فی السیرة النبویة" سے ہے۔ یہ تحریر ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے۔ جو ان کی چھوٹی صاحبزادی بہن "نضرة النعیم" نے شعبہ عربی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے پیش کیا اور ڈگری حاصل کی۔

یہ مقالہ ان مقامات سے بحث کرتا ہے جن کا ذکر کتب سیرت میں ملتا ہے اور جن مقامات اور جگہوں سے کسی نہ کسی انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وابستگی رہی۔ ان مقامات کے بارے میں یہ مقالہ وسیع، قابل اعتماد اور مکمل معلومات فراہم کرتا اور الفبائی ترتیب سے مرتب ہے۔

عربی زبان میں لکھے گئے اس اہم مقالے کی تیاری میں استاذ محترم نے بھرپور حصہ لیا۔ اپنی صاحبزادی کو مطلوبہ معلومات اور مواد فراہم کرنے کے لیے

Marfat.com

انہوں نے سعودی عرب کا سفر کیا۔ وہاں کے کتب کانوں اور کتب فروشوں سے (زیر تحقیق موضوع پر) کتابیں حاصل کرکے وہ پاکستان لائے۔ سعودی حکومت کے ذرائع معلومات سے بھی استفادہ کیا اور بعض مقامات سیرت پر خود بھی تشریف لے گئے اور وہاں سے براہ راست معلومات جمع کیں۔ پاکستان میں قیام کے دوران وہ جغرافیائی علوم سے اپنی دلچسپی اور معلومات کو بروئے کار لائے اور انہوں نے اس مقالے کی تیاری میں بھرپور حصہ لیا۔ بہن نضرۃ النعیم کا تحریر کردہ یہ مقالہ حافظ صاحب کی سیرت طیبہ سے وابستگی اور علمی کاوشوں کی عمدہ مثال ہے۔

راقم الحروف کی آخری ملاقات اپنے استاذ محترم سے اپریل ۱۹۹۷ء میں ہوئی جس میں انہوں نے سیرت طیبہ کے اہم علمی موضوع پر مرتب ہونے والے اس مقالہ کی طباعت کی جانب میری توجہ مبذول کرائی تھی، چنانچہ یہ مقالہ محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان مدظلہ العالی کی مساعی جمیلہ سے ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کو حاصل ہوا۔ جس کی طباعت کے انتظامات کیے جارہے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ طویل اور وقیع علمی مقالہ کسی نہ کسی شکل میں جلد طبع ہوسکے گا۔ ان شاء اللہ۔

حافظ صاحب مرحوم کی دیگر دو دلچسپیاں خطاطی اور جغرافیائی معلومات سے متعلق تھیں۔ جن میں سے جغرافیائی معلومات پر انہوں نے بہن نضرۃ النعیم سے کتاب مرتب کروائی۔ خطاطی کے سلسلے میں بھی ان کی بعض تحریریں علمی مجلات میں چھپتی رہیں۔ لیکن میری دانست میں ان میدانوں میں حافظ صاحب مرحوم کا اہم حصہ یہ ہے کہ ان دونوں نادر اور مشکل موضوعات پر ان کے ذاتی کتب خانے میں نادر کتب، اٹلسوں، نقشہ جات اور معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ جسے محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ حافظ صاحب مرحوم نے یہ قیمتی اور

Marfat.com

کمیاب علمی مواد جمع کرنے کے لیے بہت مشقت بھی اٹھائی تھی اور اپنے محدود مالی وسائل میں سے وہ ان اشیاء کے خریداری پر خطیر رقم بھی صرف کرتے تھے۔ چنانچہ یہ بات ان کے سب رفقاء کے علم میں ہے کہ وہ یہ مواد جمع کرنے کے لیے پرانی کتابوں کے مراکز، نادر کتب کی نمائش، سروے آف پاکستان اور اہل علم کے ذاتی ذخیرہ ہائے کتب کا مسلسل دورہ کرتے رہتے تھے اور ان ذرائع سے حاصل ہونے والی اشیاء اور کتب وہ اپنے ہاں جمع کرتے رہتے تھے۔ راقم الحروف کی ناقص رائے میں عالم اسلام کے جغرافیہ پر یکجا جمع شدہ معلومات حافظ صاحب مرحوم کے ذاتی ذخیرہ کے علاوہ کہیں اور مشکل سے ہی میسر آئیں گے۔ اس لیے اس نادر اور قیمتی علمی ذخیرہ کو محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ ایک تاثراتی تحریر ہے۔ یہ تحریر مرتب کرتے اور صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے وقت راقم الحروف نے اپنی یادداشت پر ہی بھروسہ کیا ہے۔ نیز یہ تحریر ایک ادنیٰ شاگرد کا اپنے عظیم مرحوم استاد کی خدمت اقدس میں حقیر سا نذرانہ عقیدت اور معمولی سا ہدیہ احترام ہے۔

Marfat.com

# ''پروفیسر حافظ احمد یارؒ ـــــ ایک بے مثال استاد''

سعید اقبال قریشی ☆

کم وبیش چالیس برس پہلے راقم گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتا تھا۔ شمار کروں تو نصف صدی کے قریب کا عرصہ بنتا ہے آنکھیں بند کروں اور ماضی کی طرف لوٹ جاؤں تو لگتا ہے کہ کل کی بات ہے جب میرے عربی کے استاد مرحوم ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق نے مجھے ایک دن اسلامیہ کالج سول لائنز میں ایک جوان سال اسلامیات کے استاد کو کوئی پیغام پہنچانے کا حکم دیا۔ غالباً یہ کسی تحریر کے حصول کا مسئلہ یا کوئی کتاب وغیرہ کا معاملہ تھا۔

میں حکم کی بجا آوری میں اسلامیہ کالج پہنچا اور استفسار کرتے کرتے اس کلاس روم کے دروازے پر جا کھڑا ہوا جس میں ایک نکلتے قد وقامت کے مضبوط جوڑ بند والے اچکن پہنے سر پر ایک بھاری بھرکم ٹوپی جمائے آنکھوں پر موٹے موٹے شیشوں کی عینک لگائے، سیاہ تراشی ہوئی مونچھوں، گالوں اور ٹھوڑی کے ساتھ چپکی ہوئی گھنی سیاہ داڑھی اور گہرے گندمی رنگت والے استاد باآواز بلند طلبہ کو انتہائی سرگرمی سے پڑھاتے چلے جا رہے تھے۔ ان کے ڈیل ڈول، نین نقش، لب ولہجہ اور بھاری بھرکم رعب دار آواز سے مجموعی طور پر یہی تأثر اُجاگر ہوا کہ وہ کسی مارشل نسل کے دبنگ جوانمرد ہیں اور دل نے یہ بات سجھائی کہ

---

☆ صدر شعبہ عربی، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور

Marfat.com

صوفی صاحب نے پڑھاتے ہوئے "فتی" کا جو تعارف الفاظ میں کروایا تھا یہ شخص شاید اسی کی تصویر ہے۔ چنانچہ جب کلاس سے فارغ ہو کر باہر نکلے اور بات کرنے کا موقع ملا تو اُن کے پر اعتماد انداز گفتگو نے پہلے تأثر کی بھرپور تائید کی۔ جب اُن سے مدعا عرض کر کے رخصت ہوا تو اُن کی سادگی اور علمیت کے حسین امتزاج نے ایک دل خوش کن گہرا اثر چھوڑا۔ یہ تھے پروفیسر حافظ احمد یار۔

اس واقعہ کے بعد طویل وقفوں سے کئی دفعہ مختلف بہانوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور بتدریج اُن کی شفقت کے مواقع بڑھتے رہے یہاں تک کہ دسمبر ۱۹۶۴ء میں ایم۔ اے عربی پاس کرنے کے بعد جب ایم۔ اے اسلامیات کے لیے شعبہ اسلامیات اولڈ کیمپس پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ تو پھر باقاعدہ حافظ صاحب سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا۔

ہمیں آپ علم تفسیر کا پرچہ پڑھاتے تھے اور خوب مزے سے پڑھاتے تھے۔ متعدد تفاسیر کے سیر حاصل حوالہ جات کے ساتھ بعض تفاسیر ساتھ لا کر روسٹرم پر سجائی ہوتی تھیں لیکچر شروع ہوتا تو اس کے ساتھ ایک نہ ٹوٹنے والا تسلسل قائم ہو جاتا جس میں قرآن کی تلاوت الفاظ کی تشریح، تفسیری نکات کی وضاحت مفسرین کے اقوال اور بعض اوقات اُن کا اپنا اجتہاد بغیر رکاوٹ یا وقفے کے یکے بعد دیگرے رواں دواں چلے آتے تھے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک سرگرمی سے جاری رہتا جب تک کہ اگلے پیریڈ کے استاد دروازے پر نہ آ کھڑے ہوتے۔ ہر موضوع میں ڈوب کر پڑھاتے تھے اور سننے والے بھی ساکت و صامت اُن کے ساتھ بہے چلے جاتے تھے۔

اس تدریس کے عرصے میں ایک دلچسپ مشاہدہ بخوبی یاد ہے۔ اُن

Marfat.com

دنوں حافظ صاحب مرحوم کو نظر کا کوئی مسئلہ تھا جس وجہ سے انھیں ہر وقت دو عینکیں پاس رکھنا ہوتی تھیں۔ لیکچر کے دوران بعض دفعہ روسٹرم پر رکھی کتب میں سے کوئی حوالہ پڑھ کر سنانے کا موقع آتا تو دوسری عینک لگا لیتے اور جب سر اُٹھا کر ہمیں خطاب کرنا چاہتے تو فوراً پڑھنے والی عینک اُتار کر دوسری عینک پہنتے ایک دن یکے بعد دیگرے کئی دفعہ عینکوں کے بدلنے کا عمل ہوا جس کے نتیجے میں ان پر اُلجھن اور گھبراہٹ سی طاری ہوگئی۔ اس سے طلبہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں پھیلنے لگیں۔ کچھ ہی دیر بعد حافظ صاحب بھی بے ساختہ ہنس پڑے اور دونوں عینکوں کے نمبروں میں غیر معمولی فرق کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: اصل میں جب پڑھنے والی عینک کے ساتھ تمہارے چہرے دیکھتا ہوں تو تمہارے چہروں کے نقوش عجیب وغریب زاویوں میں نظر آتے ہیں اور اس پر بے اختیار ایک قہقہ لگا دیا ..... اس پر طلبہ جھینپ گئے۔

حافظ صاحب ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۴ء تک اسلامیہ کالج میں پڑھاتے رہے۔ آپ سادہ لوح نکھرے ہوئے علمی ذوق کے متواضع شخص تھے۔ جس موضوع پر بات کرتے انتہائی تیقن اور اعتماد سے کرتے اور بھر پور علمی دلائل سے اُسے مزین کرتے۔ عام گفتگو ہو، کلاس روم کا لیکچر ہو یا ریڈیو کی تقریر، ہر موقع پر وہ بہترین علمی رنگ میں ظاہر ہوتے۔ عام بات چیت یا بعض اوقات سرگرم بحث و تمحیص میں یہ بات خاص طور پر نوٹ کی جاسکتی تھی کہ غصے میں بہت کم آتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات اگر بحث میں گرما گرمی پیدا ہو جاتی تو درمیان میں کوئی ایسا فقرہ یا بات چیت کر جاتے جس سے خود بھی مسکرا دیتے یا ہلکا سا قہقہ لگا دیتے اور دوسرے کو بھی غصے کی حدود سے ورے ہی کھینچ لیتے۔

اگر کسی وقت کوئی ایسی بات سامنے آجاتی جو پہلے سے نہ سنی پڑھی ہوتی

Marfat.com

تو اسے انتہائی غور سے مخاطب کی طرف ذرا سا سر جھکا کر اور پوری آنکھیں کھول کر توجہ سے سنتے۔ خوش اخلاقی اور احترام آدمیت اُن کی امتیازی خصوصیات میں سے تھیں۔ شاگردوں سے بھی انتہائی محبت اور احترام سے پیش آتے تھے۔ اپنے مسلمہ اعلیٰ علمی اور تحقیقی مقام کے باوجود اپنے شاگردوں کے ساتھ بھی انتہائی تواضع اور انکساری کا طرز عمل ہوتا تھا۔ کئی دفعہ میرے سامنے اس بات پر افسوس کرتے تھے کہ میں نے تمہاری طرح بچپن سے عربی زبان نہیں پڑھی بلکہ بڑی عمر کا ہو کر شروع کی۔ گویا اس بات پر میری بڑائی کر رہے ہوتے۔ حالانکہ صورت حال یہ تھی کہ لغت عربی پر اُن کا عبور قابل رشک تھا۔ علم صرف اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ انھیں قرآن کی طرح یاد تھا اور علم نحو پر اُن کی دسترس کسی بھی ماہر ترین استاد سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر اسلامیات پڑھانے والے اساتذہ میں سے میں نے کسی بھی استادکو عربی فہمی پر اُن سے بہتر نہیں پایا بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ کالج کی سطح پر عربی پڑھانے والے اکثر و بیشتر اساتذہ سے بہتر عربی پڑھا سکتے تھے تو اس میں بھی کوئی مبالغہ نہیں۔ اس دعوے کا بین ثبوت آپ کا تدریس قرآن کا وہ پروگرام ہے جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے ادارے میں تربیت دیا جس میں تمام قرآن مجید صرفی نحوی رنگ میں پڑھایا گیا۔

اس پروگرام سے خود حافظ صاحب بہت مطمئن اور خوش تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ڈاکٹر اسرار کے ادارے میں قرآن پڑھانے کا بہت لطف آتا ہے۔ طلبہ سمجھدار ہیں اور دلچسپ انداز میں صرفی و نحوی مسائل پیش کرتے ہیں جن پر سیر حاصل گفتگو ہوتی ہے۔ بعض طلبہ تو ٹیلی فون پر بھی خوب دلچسپ نکات اُٹھاتے ہیں جن کو حل کرنے میں خوب علمی بحث ہوتی ہے۔

ظاہر ہے طلبہ کے انوکھے سوالات کے جوابات دے کر حظ اٹھانے والا

Marfat.com

شخص وہی ہو سکتا ہے جو اس علم کے ہر پہلو سے بخوبی بہرہ ور ہو۔

ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں امام بخاریؒ کو الکبش النطاح (سینگ مارنے والا مینڈھا) روایت کیا ہے۔ یعنی اپنے علم وفن کے ایسے ماہر جو ہر ایک کے سامنے چیلنج بن کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب سے حافظ صاحب سے تعارف ہوا۔ ان کی علمی دسترس سے آگاہی ہوئی تو دل نے یہی گواہی دی کہ آج کے دور کے الکبش النطاح حافظ احمد یار ہی ہیں۔

عربی زبان و ادب سے اُن کا تعلیمی دور سے غیر معمولی ربط و ضبط تھا جس کا پتہ ہمیں اپنے بزرگ دوست پروفیسر حافظ محمد ظہور الحسن ریٹائرڈ پروفیسر کالج آف ایجوکیشن کے بیان کردہ واقعہ سے چلا۔ حافظ ظہور صاحب نے بتایا کہ ایم۔اے عربی میں اول آنے کے بارے میں، میں بہت پُر امید تھا اور اس سلسلے میں خوب تیاری کر رکھی تھی۔ اسی دوران حافظ احمد یار صاحب ہمارے ساتھ آشامل ہوئے اور جب نتیجہ نکلا تو حافظ احمد یار صاحب اول آئے۔ یوں تدریس سے قبل تحصیل علم میں بھی آپ اپنے ہم جماعتوں سے ممتاز رہے اور عربی، ایم۔اے میں اول پوزیشن لے کر تعلیم وتعلم کے میدان میں وارد ہوئے۔

اسلامیہ کالج سول لائنز کے مجلّہ فاران ۱۹۸۶ء (سلور جوبلی نمبر) میں درج اُن کے اپنے انٹرویو سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کالج میں عربی و اسلامیات پڑھانے کا اس دور کا عملہ دو استادوں یعنی حافظ احمد یار (اسلامیات) اور پروفیسر ابوبکر غزنوی (عربی) پر مشتمل تھا۔ حافظ صاحب مرحوم جس طرح تحصیل علم میں امتیازی پوزیشن حاصل کرنے میں نمایاں طور پر کوشش و محنت کرتے تھے اسی طرح تعلیم مکمل کرنے کے بعد مرحوم پڑھانے میں بھی انتہائی سرگرم استاد تھے۔ اُن سے پڑھنے والی پہلی اسلامیات کی جماعت کا نتیجہ ۹۶ فی صد تھا۔ یہ وہ دور تھا

Marfat.com

جبکہ اسلامیہ کالج میں فقط ڈگری کی کلاسیں ہوتی تھیں۔

پروفیسر ابوبکر غزنوی نے یونیورسٹی سے عربی آنرز کی کلاسیں شروع کرنے کی اجازت طلب کی تو یونیورسٹی نے شرط لگائی کہ عربی آنرز پڑھانے کے لیے کم از کم دو استاد ضرور ہونے چاہیں۔ چنانچہ غزنوی صاحب نے حافظ صاحب کو آنرز کی کلاس بھی دے دی۔ اور یوں آپ اسلامیات کے ساتھ باقاعدہ عربی آنرز کی تدریس میں بھی شامل رہے اور ابوبکر غزنوی صاحب جیسے ماہر استاد کا مکمل اعتماد حاصل کیے رہے۔

حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی نے انھیں قرآن فہمی اور خدمت قرآن کا خاص جذبہ عطا کیا تھا۔ جہاں وہ اس کے معانی کے لطافتوں سے بہرہ ور تھے وہاں وہ اس کے ظاہری حسن و خوبی پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے۔ تدریس کی ذمے داریوں کو انتہائی فرض شناسی کے ساتھ سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ انہوں نے مجلس علوم اسلامیہ کو بھی بہت فعال بنا رکھا تھا۔ اس سلسلے میں انجمن حمایت اسلام کے اصحاب اختیار بھی آپ سے عموماً مکمل تعاون کرتے تھے۔ قرآن سے غیر معمولی شغف کی وجہ سے ہی انھوں نے اپریل ۱۹۶۱ء میں مطبوعہ قرآن مجید کے نسخوں کی ایک ملک گیر نمائش کا اہتمام کیا جسے بہت سراہا گیا اور دیگر علمی اداروں کے لئے قابل تقلید قرار پایا کیونکہ پاکستان کی تاریخ میں مطبوعہ قرآن مجید کے نسخوں کی یہ اولیں نمائش تھی جس کا اس اعلیٰ درجے پر اہتمام کیا گیا تھا۔

پہلی کامیابی پر حوصلہ افزائی نے اس ذوق کو اور جلا بخشی چنانچہ ۲۳ نومبر ۱۹۶۳ء کو آپ نے سیرت النبی پر لکھی گئی نادر کتب کی بہترین نمائش کا اہتمام کیا اور ان کتب سیرت کی مکمل فہرست تیار کروا کر مجلس علوم اسلامیہ کے زیر اہتمام طبع

Marfat.com

کروائی جو اپنی نوعیت کی پہلی فہرست تھی۔ اس کے بعد اسلامیہ کالج ہی میں اپنے قیام کے آخری سال یعنی ۱۹۶۴ء میں اسلامی خطاطی کے کثیر نمونوں کی نمائش کا اہتمام کیا جو مختلف اسلامی ادوار اور متعدد مسلم علاقوں کے نمائندہ خط تھے۔ اسی ذوق نے بعد میں رسم الخط قرآنی کی مروجہ صورتوں کی تحقیق کا شوق پیدا کیا۔ اب توجہ اس طرف منعطف ہوئی کہ دیکھا جائے کہ قرآن مجید کو ٹھیک ٹھیک تجویدی قواعد کے مطابق پڑھانے کے لیے کس کس ملک میں کیا کیا کام کیا گیا۔ چنانچہ اس شوق میں جہاں سے بھی انھیں کسی ایسے نسخہ کا سراغ ملا جو رسم قرآنی کے حوالے سے منفرد مقام رکھتا تھا اُسے آپ نے حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اُس دور میں پیکجز لمٹیڈ نے عکسی تجویدی قرآن طبع کروایا جس میں یہ اہتمام کیا گیا کہ قرآن مجید کی ہر آواز کے لیے تجویدی لحاظ سے ایک مخصوص علامت وضع کیجائے۔ چنانچہ One sound one symbol کے اصول کے تحت اخفاء اظہار قلقلہ ادغام ناقص ادغام تام اور مفخم و مرقق آوازوں کے لیے مختلف اشکال کے اعراب متعارف کروائے گئے ہیں تا کہ علم تجوید سے ناواقف طلبہ اعراب کی ظاہری اشکال سے مطلوبہ آوازیں نکال لیں اور قرآن کو صحیح طور پر تلاوت کرسکیں۔ حافظ صاحب مرحوم نے اس طریقے کو اپنے ذوق کے مطابق پایا چنانچہ اپنے گھر میں جو اُنھوں نے اپنی بچیوں کے ساتھ مل کر محلے کے بچوں کو قرآن پڑھانے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اس میں وہ اس پیکجز کے قرآن مجید سے انھیں تعلیم دیتے تھے اگرچہ بعض تجویدی نکات میں اُن کی یعنی ایک مخصوص رائے تھی لیکن بحیثیت مجموعی وہ اس کاوش کو قابل تحسین سمجھتے تھے بلکہ انھیں دنوں میں ایک دن انھیں ملنے گیا تو انھوں نے مغربی افریقہ کے کسی ملک کا طبع شدہ ایک قرآن مجید کا نسخہ دکھایا جس میں بعض آوازوں کے لیے ویسی ہی تجویدی علامتیں استعمال

Marfat.com

کی گئی تھیں جو پیکجز کے عکسی تجویدی قرآن مجید میں ہیں۔ یہ ٹیلی پیتھی Telepathy کی حیران کن مثال تھی۔ جس پر حافظ صاحب تعجب فرما رہے تھے۔

## کچھ قابل ذکر واقعات:

ایک دن مرحوم باتوں باتوں میں فرمانے لگے: سارا سال تو قرآن مجید کی منزل پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ لیکن جب رمضان المبارک قریب آنے لگتا ہے اور فقط ڈیڑھ دو مہینے رہ جاتے ہیں تو غیر ارادی طور پر چلتے پھرتے قرآن مجید زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور یوں رمضان کے آغاز سے کافی پہلے منزل کا دور اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے شروع ہو جاتا ہے اور رمضان کی آمد پر قرآن سنانے میں کوئی دقت یا متشابہ کا سامنا نہیں ہوتا۔

یہ تو تھی حافظے کی قوت اور جسمانی قوت اور برداشت کا یہ عالم تھا کہ خود اُن کے اپنے قول کے مطابق سخت سردیوں میں جسم پر تیل لگا کر صبح سویرے دریائے چناب میں تیرتے پھرتے تھے یار لوگوں سے ملکر اس شغل سے خوب حظ اٹھاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ تیل مل کر نہانے سے سردی بہت کم لگتی تھی۔

ایک دفعہ میں اُن کا نائب ممتحن مقرر ہوا۔ فائنل بنڈل کی پڑتال کے دوران ایک دو نمبر کا ایسا سوال سامنے آیا جو بغیر جانچے رہ گیا تھا۔ مجھے بلایا کہ اسے درست کر دو۔ چونکہ میں مثنی نتیجہ (Counter foil) جمع کروا چکا تھا اس لیے میں نے دفتری کارروائی کی طوالت سے پہلو بچانے کے لیے دلیل دی کہ میں نے دیگر سوالات میں کافی Lenient Marking کی ہے اس لیے اس سوال کے دو نمبر اگر نہ بھی لگائے جائیں تو طالب علم کی حق تلفی نہیں ہوگی۔ اس پر کچھ سنجیدہ سے ہو کر اپنے بیٹے کے حوالے سے کہنے لگے: نعم العبد کہا کرتا ہے کہ ممتحن حضرات پرچے جانچنے میں بہت بے نیاز واقع ہوتے ہیں..... یا اس سے

Marfat.com

ملتا جلتا کوئی جملہ کہا اور کسی قسم کا حکم صادر نہ کیا..... یہ بالواسطہ ایسی تنبیہ تھی جو کبھی بھلائے بھی نہیں بھولتی۔

پیکجز کے عکسی تجویدی قرآن کے آغاز میں ایک مقدمے کی شکل میں تمام تجویدی قواعد اردو میں تفصیل سے لکھ دیئے گئے ہیں۔ بعض مہربانوں نے مطالبہ کیا کہ اسکا عربی ترجمہ بھی چھپ کر ساتھ منسلک ہونا چاہئے تاکہ اگر یہ قرآن مجید عرب دنیا میں جائے تو انھیں معلوم ہوسکے کہ پاکستان میں بھی تجویدی ذوق اپنی تمام جزئیات کے ساتھ بخوبی متعارف ہے۔ اس کا ترجمہ پاکستان کے مشہور قاری اظہار احمد صاحب تھانوی مرحوم سے کروایا گیا جو اُن دنوں اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں پڑھاتے تھے۔ اس پر انھیں حق خدمت بھی ان کی حسب منشا ادا کیا گیا لیکن متعدد جگہوں پر قواعد کی تعبیر تشنہ محسوس ہوئی۔ یہ جانتے ہوئے کہ حافظ صاحب مرحوم رسم قرآنی اور تجوید و قرآت کے اعلیٰ علمی ذوق کے ساتھ ساتھ عربی زبان کے رموز سے بھی خوب آگاہ ہیں میں وہ ترجمہ لے کر اُن کے پاس جا پہنچا۔ ترجمہ دیکھا تو بے اطمینانی کا اظہار کیا لیکن قاری اظہار کا نام پڑھ کر اس ترجمے کو بدلنے پر متردد ہوئے مگر میری درخواست پر بلکہ کہنا چاہئے کہ ضد پر کم و بیش چالیس صفحات پر مشتمل عبارت کا دوبارہ ترجمہ کرنے پر تیار ہوگئے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اُن سے اپنی ہر بات ہمیشہ منواتا ہی رہا ہوں اور یہ اُن کی خاص برادرانہ شان تھی جس کی لطافت آج تک دل کی گہرائیوں میں محسوس کرتا ہوں۔

بہرحال ترجمہ شروع ہوا۔ ہر روز مغرب کے قریب میں اُن کے پاس حاضر ہو جاتا اور مسلسل کئی گھنٹے کام ہوتا رہتا۔ اس دوران اُن کی منی بیٹی نضرۃ النعیم ہمیں تازہ دم رکھنے کے لیے ہماری خصوصی ضیافت میں مشغول رہتی۔ بحمداللہ

Marfat.com

تمام ترجمہ کئی دفعہ دوہرائی کے بعد مکمل ہوگیا اور دل کو جیسے اطمینان ہوگیا کہ جس معیار کا ترجمہ ہونا چاہئے تھا وہ ماشاء اللہ قائم ہوگیا۔

کام کی تکمیل کے بعد ایک دن میں ایک لفافے میں کچھ مناسب سی رقم ڈال کر مہربان استاد سے براہ راست لین دین کے ثقیل ماحول سے بچتے ہوئے بالالتزام اُن کی عدم موجودگی میں گھر چھوڑ آیا۔ ابھی گھر واپس آئے ذرا سی دیر ہی ہوئی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ فون اُٹھایا تو ایک سپاٹ آواز میں حکم ہوا کہ فوراً آؤ۔ مرتا کیا نہ کرتا اسی وقت روانہ ہوگیا۔ چھٹی حس نے آنے والے معاملے سے آگاہ کر دیا تھا لیکن دل ہی دل میں مختلف حربے سوچ رہا تھا کہ کس طرح لفافے کی واپسی کو ٹالا جائے گا۔ یہ خیال گزرا کہ انھیں بتاؤنگا کہ قاری صاحب نے والد صاحب مرحوم کے ساتھ قریبی تعلقات ہونے کے باوجود اپنا محنتانہ، جو کہ انکا یقیناً حق تھا، وصول کر لیا..... لیکن جب میں استاد گرامی کے سامنے ہوا تو انھوں نے لفافہ میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے جب انتہائی افسوسناک آواز میں کہا: تم نے مجھے سمجھا ہی نہیں! تو میری تمام دلیلیں فضا میں تحلیل ہوگئیں۔ یہ ایک شفیق استاد، بھائی یا سرپرست کی ایسی پر درد آواز تھی جس کے اندر پنہاں احتجاج زبان حال سے گویا چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ میرے خلوص کو پیسوں میں نہ تولو۔ میں نے بے اختیار وہ لفافہ تھام لیا۔ میری آنکھیں اپنے سامنے اُن قدیم اساتذہ کا صحیح خلف الرشید دیکھ رہی تھیں جن کے شاگرد اُن کے صلبی بیٹوں جیسے حقوق رکھتے تھے اور وہ اُنھیں فقط لکھاتے پڑھاتے ہی نہیں تھے بلکہ اُن کی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی ہر قسم کی مادی اور نظریاتی رہبری بھی اپنے فرائض میں شامل سمجھتے تھے، رحمھم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

والحمد للّٰہ الذی باسمہ تتم الصالحات

---

Marfat.com

# برادر عزیز حافظ احمد یارؒ — چند یادیں و تاثرات

پروفیسر مہر بشارت خان☆

صدر محترم و حاضرین مکرم برادر عزیز حافظ احمد یار کی یاد میں اس علمی نشست کی انعقاد پر میں اپنی اور اپنے خاندان کی طرف سے مجلسِ فاضلین علومِ اسلامیہ جامعہ پنجاب کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ مجھے اس نشست میں برادرِ عزیز کے بارے میں اظہارِ خیال کا موقع دیا گیا ہے۔

جلوہ اش بود و لے دیدہ من دوختہ بود
دسترس بود و لے اخترِ جاں سوختہ بود
وائے محسوس نہ کر دم کہ در آئینہ دل
بزم آرائے جہاں چہرہ برافروختہ بُود

صدرِ محترم و برادرانِ مکرم! میرے ذمہ اُس عظیم المرتبت ہستی کا تذکرہ بحیثیت برادرِ خورد لگایا گیا ہے۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ میرے برادر بزرگ نہ صرف میرے لیے بلکہ وہ تمام شاگردوں اور میری عمر کے دیگر متعلقین سے بہت کم فرق رکھتے تھے۔ کیونکہ اُن کی سوچ آفاقی تھی۔ ذاتی حدود و قیود سے وہ ماوراء تھے۔ تاہم تمام خاندان میں خونی رشتہ کے حوالے سے مجھے حد سے زیادہ شفقت و رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہوش سنبھالنے کے بعد مجھے اُس ہستی کی زیارت ہوئی جن کے انفاس و نقوش حیات میری زیست کے ہر پہلو سے

---

☆ گورنمنٹ کالج، جھنگ

Marfat.com

عیاں ہیں۔ محنت و دیانت کا درس اُن سے ملا۔ حصولِ تعلیم کی طرف رغبت انہی کی ذرہ نوازی تھی۔

نول فیملی جو اگرچہ از منہء قدیم میں جھنگ میں حکمران تھی اور علمی خزانوں کی پاسدار بھی تھی مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ نہ صرف سیاسی طور پر مغلوب ہوئی بلکہ اُن کی علمی وراثت بھی مفقود ہوگئی۔

تا آنکہ اس خاندان کی عظمتِ رفتہ کے امین اور خصوصاً علومِ قرآنی کے غواص پروفیسر حافظ احمد یارؒ نے اپنے قدیم علمی ورثہ کو نہ صرف ازسرِ نو سنبھالا دیا بلکہ اپنی تدریسی زندگی میں ہزاروں افراد کو نورِ قرآن سے منور کر دیا۔

چو علم پیکرِ حق الیقین بود
عزیزِ آسمان شاہِ زمیں بود

تقویٰ و دیانت میں ہمارا خاندان تمام قبیلہ میں ممتاز چلا آرہا ہے۔ محبتِ قرآن کے کئی واقعات ہماری پشتوں سے وابستہ ہیں۔ برادرم پروفیسر حافظ احمد یار نے جس قرآن پاک سے تعلیم قرآن کا آغاز کیا اس کی خصوصی کتابت ہماری پردادی اماں نے ۱۸۲۰ء میں کرائی اور تین نسلوں نے اس قرآن پاک سے استفادہ کیا اور آج بھی وہ تبرکاتِ حافظ احمد یار میں شامل ہے۔

مہر محمد یار مرحوم کی اولاد میں سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے گھر میں لاڈ پیار مجھے نصیب ہوا۔ حافظ صاحب اور مجھ میں عمر کا بائیس سال کا فرق ہے۔ ابتدائی تعلیم اُسی مدرسہ موضع حبیب میں حاصل کی جہاں سے حافظ صاحب نے حاصل کی تھی۔ کم عمری کے دور کا ایک دلچسپ لطیفہ سناتا چلوں کہ بھائی جان مجھے پہلی دفعہ سکول لے گئے۔ عمر چار سال کے قریب تھی۔ وہاں ایک تعلیمی افسر تشریف فرما تھے۔ مجھے بھائی جان نے پیار سے کہا کہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سلام کرو۔ تو

Marfat.com

میں نے فوراً تعلیمی افسر کے ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

تمام اساتذہ اور تعلیمی افسر اس معصومانہ حرکت سے بہت زیادہ محظوظ ہوئے۔ یہ میرے بچپن کی پہلی یاد ہے۔ اپنی بچپن کی یادوں کو تازہ کرتا ہوں تو یاد آتا ہے کہ چاندنی رات میں مجھے سینے پرلٹا کر آیات تلاوت فرماتے اور مجھے بھی دہرانے کو کہتے مجھے یاد ہے کہ یہ آیت تلاوت فرماتے۔

یوفون بالنذر و یخافون یوماً کان شرہ مستطیرا۔

تو مجھے بھی دہرانے کو فرماتے۔ اور یہ آیت مبارکہ انہی کی محبت کا نتیجہ تھا کہ فوراً یاد ہوگئی اور ہمارے گاؤں کی مستورات مجھ سے یہ سنا کرتی تھیں۔ کیونکہ چار سال کے بچے کے منہ سے یہ آیت نکلنا اُن کیلئے حیران کن تھا۔ اس قریہ میں قرآن سے محبت کا یہ عالم ہے کہ مردوں کے علاوہ خواتین بھی قرآن پاک کی متوالی ہیں۔

۱۹۵۲ء میں جب اسلامیہ کالج لاہور میں آپ نے داخلہ لیا تو میں دو سال کا عرصہ ان کی رفاقت سے محروم رہا۔ تعطیلات میں گھر تشریف لاتے تو میری تعلیمی راہنمائی فرماتے۔

اُن کی برادرانہ شفقت کا احساس مجھے کشاں کشاں اُن کے زیرِ سایہ کھینچ لایا۔ بی۔ اے کی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کیلئے اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے اُن کی علمی شفقتوں سے دوبارہ آشنائی ملی۔ بڑے بھائی کی حیثیت سے گھر میں شفیق بھائی اور کالج میں سخت گیر محنتی اُستاد کی طرح میری تربیت کی۔

ان کی خلوتوں اور قربتوں سے مجھے شعوری طور پر جب آشنائی ملی تو اس نگاہِ پاک بیں ہستی کی عظمت دل میں جانگزیں ہوتی چلی گئی۔ جمال ہم نشینی تیز تر ہوتا چلا گیا۔ وہی سادگی فقیری میں امیری، جاہ و جلال سے بے رغبتی اور صدق

Marfat.com

مقال اور رزق حلال ایسے اوصاف حمیدہ سے مزین تھے اور تکلف و تصنع ان کی شخصیت سے بہت دور تھا۔

میری تربیت میں جہاں اُن کی مسعی جمیلہ کا دخل ہے وہاں اُن کے حلقہ احباب کی روحانی اور علمی صحبتوں کی تاثیر بھی شامل ہے۔ ایم۔ اے اُردو میں داخلہ کے وقت جب ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم کو ڈاکٹر وحید قریشی نے میرا حافظ صاحب کے چھوٹے بھائی کی حیثیت سے تعارف کروایا۔ تو سید صاحب کی زبان سے نکلے بے ساختہ الفاظ مجھے یاد ہیں "یہ حافظ صاحب کے بھائی تو ہیں انہیں پڑھنے لکھنے کی عادت بھی ہے یا نہیں۔"

مجھے لاہور میں ایسی ہستیوں سے اپنے بھائی کے بارے میں یہ تاثر قابل فخر رہا ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

اور میں نے دل میں یہی خیال کیا کہ:

بہ من گوید دل دیوانہ من
کہ من رازِ جہانِ بود و ہستم

اور یہ کیفیت میری تعلیمی زندگی میں آج تک جاری و ساری ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ آج میں جو کچھ بھی ہوں سب کچھ اپنے برادرِ بزرگ مرحوم پروفیسر حافظ احمد یار کا مرہون منت ہوں۔ بلکہ تمام خاندان اُن کے علمی مقام و مرتبت کا مرہونِ منت ہے۔ تو اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہوگا۔ برادرم سعد اللہ صاحب حافظ صاحب کے فرزند نعم العبد، ذوالقرنین، نضرۃ النعیم میجر محمد اکرم اور ہمارے خاندان کے دیگر بے شمار ڈاکٹرز، پروفیسرز، پی۔ سی۔ ایس آفیسرز،

Marfat.com

صحافی یہ ساری حافظ صاحب کی کرامت ہے۔

آباد نہ ہو تمام عالم کیونکر
ہر ایک خرابے کو بسایا اُس نے

اس کے علاوہ اُن کا یہ کرم ہم پر نہیں بلکہ کرمِ عام تھا۔ اس محفل میں علمی شخصیات موجود ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُن کا علم سب کیلئے فیض عام تھا۔ اُنہوں نے قرآن اکیڈمی کے اُستاد کی حیثیت سے قرآن کی خدمت کی اُن کی ۱۹۵ کیسٹس موجود ہیں۔ جس سے اُن کے ورثاء نے مالی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ یہ صدقہ جاریہ ہے۔

میرے قیام کے دوران لاہور میں حافظ صاحب کے حلقہ احباب میں جو علمی شخصیات ہمارے گھر تشریف لایا کرتی تھیں ان میں علامہ علاؤ الدین صدیقی، مولانا ڈاکٹر خلیل حامدی، مولانا غلام علی پروفیسر چوہدری صفدر علی، ڈاکٹر ایس۔ ایم زمان، جسٹس منظور حسین سیال، الطاف حسن قریشی ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک، ڈاکٹر قاری محمد طاہر اور ڈاکٹر اسرار احمد قابل ذکر ہیں ان عظیم شخصیات سے مجھے بھی استفادے کا موقع ملا اور میری علمی بالیدگی میں اضافہ ہوا۔

آپ کے پیر و مرشد سید مبارک علی شاہ بھی لاہور تشریف لاتے اور اپنی نگاہِ بینا سے ہم تمام اہل خانہ کو دُعائیں دیتے اور روحانی تربیت کرتے۔ حافظ صاحب رسوم تصوف کی حامی نہیں تھے تاہم صفائے قلبی اور تزکیہ نفس کیلئے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی صحبت کو لازمی گردانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اور آپ کی اہلیہ سید مبارک علی شاہ مرحوم کے مرید تھے۔

حافظ صاحب دم بھی کیا کرتے تھے۔ اور ان کی دُعاؤں اور دم سے بیماروں کو شفایاب ہوتے دیکھا ہے۔

Marfat.com

جن یادگار لمحوں کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں ان میں میری خوش نصیبی کا وہ لمحہ جب میرا نکاح حافظ صاحب نے پڑھایا، آج بھی نکاح نامہ پر یہ دستخط تبرکاً ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور دوسرے میری بیٹی کا خطبہ نکاح بھی آپ نے پڑھا۔ یہ دونوں لمحات میری زیست کے خوشگوار لمحات ہیں۔

اس کے علاوہ بھائی جان کے ساتھ نمائش کتب سیرت، شامِ ہمدرد میں خطاب کے دوران میں بھی ساتھ تھا۔

حافظ صاحب میرے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اطاعت و فرمانبرداری میں میرا بھائی میری سرزنش کے باوجود میری محبتوں کا متلاشی رہتا ہے۔ اگر جھنگ تشریف لاتے تو تمام رشتہ داروں کے ہاں تشریف لے جاتے۔ لیکن مجھے اُن کی محبت اپنے ساتھ ساتھ رکھتی۔

الغرض مرحوم بھائی ستودہ صفات شخصیت تھے۔ رب العزت نے جو رفعت و عظمت اور علمی جلالت و شوکت آپ کو عطا فرمائی یہ اُنہی کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ پابندِ صوم و صلوۃ، بلند اخلاق، پاکیزہ صفات کے حامل جلیل القدر مفکر اسلام اور محقق علوم القرآن تھے۔ علم و فضل کے بحر بے کنار مجتہدانہ بصیرت سے مالا مال میرے برادرِ عزیز پروفیسر حافظ محمد احمد یار تھے۔

عہد طفولیت سے زندگی کے آخری ایام تک ان کی زیرِ تربیت مجھے بھی علم و عرفان کی وادیوں سے آشنائی نصیب ہوئی۔ آپ کی گفتار آئینہ کردار تھی۔ ظاہر و باطن ایک سا تھا۔ جذبہ ہمدردی ہردم موجزن رہتا تھا۔ خصوصاً اپنے طلباء اور متعلقین کے لیے اپنا دروازہ کھلا رکھتے تھے تاکہ تشنگانِ علم بلا روک ٹوک فیض یاب ہوسکیں۔

Marfat.com

الحمد للہ! میرے برادر عزیز نہ صرف میرے مربی تھے بلکہ تمام بہن بھائیوں پر ان کی تربیت کا عکس تھا۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

آپ کی کرامات کا تذکرہ تو شاید طویل ہو جائے۔ تاہم ان کی سب سے بڑی کرامت اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو آپ کے احوال و اقوال سے ظاہر تھی اور بھلا اس سے بڑی کرامت کیا ہو سکتی ہے کہ آپ آخری دم تک جستجو علوم قرآنی میں رہے انہیں آخری لمحوں تک اگر کوئی شدت سے احساس تھا تو وہ لغات و اعرابِ قرآن ایسی بے مثل تصنیف تھی جس کی جلد از جلد تکمیل ان کی زندگی کا مشن بن چکی تھی۔

قحط الرجال کے اس دور میں ایسی نابغہء روزگار ہستیوں کا وجود ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ آپ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ بلکہ ایک ادارہ تھے جیسا کہ برادرِ محترم قاری محمد طاہر نے لکھا ہے کہ یہ کام ایک ادارہ ہی کر سکتا ہے، یہ فردِ واحد کا کام نہیں۔

آپ کے جنازہ کے موقع پر ڈاکٹر اسرار احمد نے بجا طور یہ فرمایا کہ آپ سچے عاشق قرآن اور خادم کتاب مبین تھے۔

اُس خطہ سے تعلق رکھنے اور چناب کی سرمدی لہروں کی روانی جیسی عظیم ہستی کے چھوٹے بھائی کی حیثیت سے آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور اپنی اختتامی کلمات اس شعر پر کرتا ہوں۔

احب الصالحین ولست منهم
لعل اللّٰه یرزقنی صلاحاً

---

Marfat.com

# حافظ احمد یارؒ — ایک تاثراتی تحریر

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید رحمت☆

استاد محترم حافظ احمد یارؒ جنھیں میں نے پہلی بار ۱۹۷۱ء میں شعبہ اسلامیات جو اس وقت جامعہ پنجاب کے اولڈ کیمپس میں واقع تھا قرآن کریم کا پرچہ پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ تدریس کے حوالہ سے انہیں دوسرے اساتذہ کرام سے خاصا مختلف پایا۔ میرے ذاتی تجزیہ کے مطابق وہی استاد اپنے طلبہ کے اذہان میں گہرے نقوش ثبت کرسکتا ہے جو اپنے مضمون میں گہری بصیرت اور طویل مطالعہ کا حامل ہو۔ یوں تو ہر دور میں کئی اساتذہ کرام ہمارے سامنے آتے ہیں اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کے نقوش رفتہ رفتہ محو ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن وہی استاد آئندہ زندگی میں ہمارے لئے ماڈل ہوتا ہے۔ جس نے اپنے دلچسپی کے مضمون میں طلبہ کے سامنے عام اساتذہ سے ہٹ کر اپنا ما فی الضمیر اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ طلبہ اسے اپنا آئیڈیل گردانتے ہیں۔

میں اپنے قیام لاہور (۱۹۷۰ء، ۱۹۷۱ء) میں شعبہ عربی کے حافظ نور الحسن مرحوم اور شعبہ اسلامیات کے حافظ احمد یار مرحوم کو ان کے مخصوص دینی و مذہبی پس منظر کی وجہ سے ان کی شخصیتوں سے خاصا متاثر تھا۔ حافظ نور الحسنؒ کی شخصیت پر غالب اور

---

☆ ڈین شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

Marfat.com

ابوالکلامی ذوق خاصا غالب تھا۔ باوجود پنجابی ہونے کے شستہ اور نستعلیق اردو میں گفتگو کرتے تھے۔ وہ طلبہ جنھیں ان سے تفسیر بیضاوی پڑھنے کا اتفاق ہوا وہ اس امر کی تصدیق کریں گے کہ ان کی تدریس میں عالمانہ انداز کے ساتھ ساتھ ادبی چاشنی کی جھلکیاں دکھائی دیتی تھیں۔ حالانکہ مولانا کی ڈگری کسی کالج یونیورسٹی کے حوالہ سے نہ تھی۔ البتہ آپ نے اپنے مطالعہ کو اس قدر وسیع اور مستحکم کر لیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کا تعلق جدید تعلیم یافتہ طبقہ سے ہے اور آپ جدید ذہن کے شبہات سے پوری طرح باخبر ہیں۔

حافظ احمد یارؒ کا تعلق ضلع جھنگ سے تھا۔ آپ نے اپنی دینی و مذہبی تعلیم کا آغاز جامعہ محمدیہ جھنگ سے کیا۔ آپ کی تصنیف "دستور حیا" کا انتساب جامعہ محمدیہ جھنگ کے نام ہے۔ آپ کے لیکچر میں جو گیرائی و گہرائی ملتی تھی اس میں یہی پس منظر کارفرما تھا جو کالج و یونیورسٹی کی ڈگریوں سے پیدا نہیں ہوتا۔

مثالی اُستاد جو اثرات دوران تدریس اپنے طلبہ پر چھوڑتا ہے وہ اس کی وسعت مطالعہ اور انفرادی طریق تدریس کا مرہون منت ہوتا ہے۔ حافظ صاحب تفسیر کے لیکچر میں محض مشہور تفاسیر کے حوالہ جات پر اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ اس سلسلہ میں ان کی ذاتی ذہانت اور بصیرت قرآنی بھی شامل نظر آتی تھی۔ اگر کوئی استاد بازار کے شائع کردہ کتاب، نوٹس یا خلاصہ جات پڑھ کر کلاس پڑھاتا ہے، اس کے طلبہ اس کی تدریس سے غیر مطمئن اور بیزار ہوتے ہیں کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا استاد ان کے لئے کوئی نئی چیز پیش نہیں کر رہا اور اگر وہ اس استاد کی کلاس سے غیر حاضر بھی رہے تو یہ غیر حاضری اس کی علمی سطح کے لئے مضر نہیں۔

حافظ صاحب کے لیکچرز قرآنی میں طلبہ کو ایسے نکات سننے کو ملتے تھے جہاں تک ان کی رسائی آسان نہ تھی۔ یہ کیفیت یقیناً انکے گہرے مطالعہ کی غماز

Marfat.com

تھی۔ وہ خود دوران لیکچر بعض اوقات اس کی طرف اشارہ کر دیتے تھے کہ میں نے یہ نکتہ فلاں قدیم تفسیر میں دیکھا ہے۔ اسی طرح نایاب کتابوں کی تلاش، ان کی خرید اور ان تک رسائی کے کئی واقعات ان سے سننے کو ملتے تھے جس سے ایک تجزیہ نگار یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ حافظ صاحب کو اپنے دلچسپی کے مضمون سے جنون کی حد تک شغف تھا۔ ان کے بارے میں ہمیں یہ بھی علم ہوا کہ ایم۔ اے کے امتحانات میں اول آنے پر جو طلائی تمغہ جات ملے تھے، انہیں بیچ کر آپ نے اپنے فن کی معیاری کتابیں خریدیں۔☆

ایک مثالی اُستاد کی پہچان یہ بھی ہے کہ وہ کلاس پڑھانے کے بعد خوش گپیوں یا دنیاوی مشاغل میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا، حافظ صاحب مرحوم بھی پیریڈ پڑھانے کے بعد اکثر مطالعہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے یا لائبریری میں۔ قرآن مجید سے ان کے تعلق کی ایک مثال یہ ہے کہ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ کسی دن کی اہم خبر جو اکثر اوقات اخبارات کی شہ سرخی بنتی ہے، اسی واقعہ کی مناسبت سے آیت قرآنی پیش کر دیتے تھے۔

حافظ صاحب جھنگ کے قصبہ حبیب کے رہنے والے تھے۔ اسی شہر میں اپنی تعلیم مکمل کی اور اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ آپ کا لاہور آنا محض ڈگری کے حصول یا اعلیٰ ملازمت کی خاطر نہ تھا۔ لاہور میں آنے کا مقصد وحید اپنے موضوع کے حوالہ سے کام کو آگے بڑھانا تھا۔ لاہور میں ملک کے دوسرے شہروں کی نسبت لائبریری سے زیادہ کتابیں بآسانی مل سکتی ہیں۔ چنانچہ یہی جذبہ انہیں کشاں کشاں لاہور لے آیا۔ جہاں آپ نے زندگی کے آخری لمحات تک قرآن مجید اور اس سے متعلقہ علوم کی خدمت اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔

---

☆ یہ تمغہ جات ان کے بڑے صاحبزادے کے پاس موجود ہیں (مرتبہ)

Marfat.com

پاکستان کی بیشتر یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم مروج ہے اور شعبہ اسلامیات میں خواتین کی تعداد عام طور پر زیادہ ہوتی ہے۔ حافظ صاحب کلاس کے پہلے دن، خواتین طلبہ کو پہلا سبق یہ دیتے تھے کہ استاد کا احترام اپنی جگہ پر لیکن استاد بہر حال ان کے لئے نامحرم ہے اس لئے اس سلسلہ میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ وہ طالبات جنھوں نے ان کے زیر نگرانی اپنے مقالہ جات ترتیب دئے وہ اس امر کی شاہد ہیں کہ حافظ صاحب ان سے کس طرح برتاؤ کرتے تھے۔ بعض اساتذہ کے برعکس آپ نے اپنے عہدہ یا اعلیٰ مقام کا رعب کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ آپ کی زندگی سادگی و پرکاری کا حسین امتزاج تھی عرصہ دراز تک شعبہ اسلامیات سائیکل پر تشریف لاتے رہے۔

حافظ صاحب تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ خود انتہائی خوبصورت خط کے حامل تھے آپ کے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کا عنوان شاید خطاطین قرآن تھا۔ بدقسمتی سے وہ اس مقالہ کو دوران ملازمت پیش نہ کر سکے اور پی ایچ ڈی ڈگری کے بغیر ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ان کی نوک قلم سے کئی معیاری اور اپنے موضوع کے حوالہ سے (Original) مقالہ جات شائع ہوئے جو سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد کی ۱۹۸۵ء ۸۷ء اور ۸۸ء کی فائل میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

آپ کا پیش کردہ ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ''مسودہ تفسیر الجامع الازہر پر ایک طالب علمانہ نظر'' یہ مقالہ سہ ماہی ماہی فکر و نظر کی ۱۹۸۵ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ اس کے معیاری ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد نے ایم فل اسلامیات کے ایک کتابچہ بعنوان اطلاق تحقیق میں حافظ صاحب کا نام لئے بغیر اس میں شامل کیا ہے۔ چونکہ یہ ایک

Marfat.com

ناقدانہ مقالہ ہے۔ اس لئے تنقید کے حوالہ سے ایم فل کے طلبہ کی رہنمائی بخوبی کر سکتا ہے۔

اسی طرح ۱۹۵۴ء میں جب آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے باقاعدہ طالب علم کی حیثیت سے ایم۔ اے اسلامیات کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا تو یتیم پوتے کی وراثت کے مسئلہ جیسے دقیق عنوان پر خامہ فرمائی کی۔ یہ اس موضوع کے حوالہ سے انتہائی اہم تحریر ہے۔ یہ مقالہ شعبہ اسلامیات کی جانب سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔

باوجود اس کے کہ آپ پی ایچ ڈی ڈگری کے حامل نہ تھے لیکن ایک اندازہ کے مطابق پانچ یا چھ طلبہ کے ڈاکٹریٹ کے مقالہ جات کی نگرانی کی اور یہ امیدوار اعلیٰ ڈگری لینے میں کامیاب رہے۔ شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی میں اپنے اٹھارہ سالہ قیام کے دوران تقریباً چالیس مقالہ جات برائے ایم۔ اے کی نگرانی کی۔ بیرونی ممالک کی بعض یونیورسٹیوں نے انہیں ڈاکٹریٹ کے مقالہ جات کا بیرونی ممتحن تجویز کیا۔ یہ ہمارے نکات آپ کی علمی وادبی عظمت کا اعتراف ہیں کہ یہ شخصیت پی۔ ایچ ۔ ڈی کی ڈگری کے حامل نہ ہونے کے باوجود اس اعلیٰ ڈگری کے ممتحن بننے کی اہل ہے۔

اسی طرح اسلام آباد میں منعقدہ قومی سیرت کانفرنس میں کم از کم تین دفعہ شمولیت کی اور آپ کے پیش کردہ مقالہ جات وزارت امور مذہبی کی جانب سے شائع ہو چکے ہیں۔

سورہ نساء کی تفسیر لکھتے ہوئے اس کا نام دستور حیاء تجویز کیا۔ کیونکہ سورہ نساء کے بیشتر مضامین کا تعلق خواتین سے ہے۔ اسلامی تربیت یافتہ خاتون شرم و حیاء کا پیکر ہوتی ہے۔ اسی نسبت سے آپ نے اس تفسیر کا نام دستور حیاء تجویز

Marfat.com

کیا۔ بتلانا مقصود یہ تھا کہ اسلام کی نظر میں عورت کا وجود مجسمہ حیاء ہے۔

یہ سورت مبارکہ اس سلسلہ میں خواتین کی مکمل رہنمائی کر سکتی ہے۔

انتخاب عنوان حافظ صاحب کے ذوق سلیم کی نشاندہی کرتا ہے۔

ایک محقق و عالم کی ایک اور پہچان یہ ہے کہ اس کا کتابوں سے خصوصی تعلق رہتا ہے۔ وہ ہر وقت ان کی تلاش و جستجو میں سرگرداں رہتا ہے وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس کے پسندیدہ موضوعات کے حوالہ سے کیا کچھ چھپ چکا ہے اور ان تک رسائی کس طرح ممکن ہے۔ حافظ صاحب کا ذاتی ذخیرہ کتب کئی نادر کتب کا خزانہ تھا۔ اس کی ایک زندہ مثال اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں دوران ملازمت (۱۹۶۳ء) آپ نے ذاتی دلچسپی لے کر سیرت کے حوالہ سے ایک عظیم نمائش کا اہتمام کیا۔ جس کے لئے آپ نے تقریباً تین سو افراد اور کئی اداروں سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ان میں سے نادر و معیاری کتب کا انتخاب کر کے نمائش میں پیش کیا۔ اس نمائش میں مخطوطات کی تعداد ۳۶، مطبوعات میں سے عربی زبان میں کتابوں کی تعداد ۱۱۶، اردو زبان میں ساڑھے چار سو ۴۵۰، فارسی زبان میں ۲۸، پنجابی زبان میں ۲۷، سندھی کی ۴ ہندی کی ۲ کتب ہیں۔

اسی طرح انگریزی زبان میں سیرت کی ۴۷ کتب، فرانسیسی و جرمنی زبان میں ۵، ۵، اٹالین اور ترک زبان میں ایک ایک مطبوعہ کتب شامل تھیں۔ نمائش کے بعد ان کتابوں کا تعارف آپ ہی کے قلم سے شائع ہوا۔

حافظ صاحب کی زندگی سے جو سبق علوم اسلامیہ کے اساتذہ و طلبہ کو ملتا ہے وہ یہ ہے کہ علوم اسلامیہ سے ان کا تعلق محض روٹی کمانے یا اعلیٰ عہدوں کے حصول کا ذریعہ نہ ہو۔ اسی طرح یہ فریضہ شہرت یا دولت کے حصول کے برعکس محض رضا خداوندی کے ساتھ ساتھ علم و فن کی آبیاری پیش نظر رہے چاہے اس

Marfat.com

خدمت میں مادی طور پر کسی حد تک نقصان کیوں نہ ہو پھر بھی یہ سودا مہنگا نہیں۔
ہمیں چاہیے کہ ہم سب حافظ صاحب کے اس مشن کو اگلی نسل تک پہنچائیں اور اسلام ہمیں جس قربانی کا درس دیتا ہے اس کا عملی نمونہ بن جائیں۔

Marfat.com

# استاذ مکرم پروفیسر حافظ احمد یار خانؒ

خالدہ اختر ☆

مرحوم حافظ احمد یار صاحبؒ سے میری پہلی ملاقات کم و بیش تیس سال پہلے مرحوم علامہ علاؤالدین صدیقی صاحب کے دفتر میں ہوئی تھی جو اس وقت شعبہ علومِ اسلامیہ کے چیئرمین اور اس شعبہ کے بانی بھی تھے، بعد میں وائس چانسلر بھی بنے۔ سیلیکشن بورڈ کے فیصلے کے مطابق میری تقرری بطور لائبریرین شعبہ ھذا میں ہوئی تھی اور میں اسی سلسلے میں ان کے آفس گئی تھی۔ کچھ دیر رسمی گفتگو کے بعد چیئرمین صاحب نے میرے ساتھ حافظ صاحبؒ کا تعارف کرایا۔ یہ بھی بتایا کہ حافظ صاحبؒ لائبریری کے انچارج بھی ہیں۔ گویا کہ مجھے تمام انتظامی امور حافظ صاحبؒ کی نگرانی اور سرپرستی میں انجام دینا ہوں گے۔ یہاں یہ بھی بتاتی چلوں کہ علامہ صاحب میرے انٹرویو کے وقت سیلیکشن بورڈ میں موجود نہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے آفس میں حافظ صاحبؒ کی موجودگی میں میرا دوبارہ نہ صرف انٹرویو لیا بلکہ حافظ صاحبؒ کی وساطت سے کچھ عربی کی کتب کے نام بھی لکھوائے۔ اس کے بعد حافظ صاحبؒ میرے ساتھ لائبریری تک تشریف لائے اور لائبریری سے ملحقہ ایک کمرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے اس کمرے میں بیٹھنا ہوگا۔ یہ کمرہ اتنا چھوٹا تھا۔ کہ اس میں صرف ایک فالتو کرسی رکھنے کی گنجائش تھی۔ دراصل ایک بڑے کمرے کو الماریوں کی مدد سے تین حصوں میں اس طرح تقسیم کیا گیا تھا۔ کہ وہ دو چھوٹے اور ایک نسبتاً بڑے کمرے کی شکل

---

☆ ڈپٹی چیف لائبریرین، جامعہ پنجاب لاہور

Marfat.com

☆ ڈپٹی چیف لائبریرین، پنجاب یونیورسٹی لائبریری

اختیار کر گیا تھا۔ تینوں حصوں کے اپنے الگ الگ دروازے تھے۔ میرے ساتھ والا کمرہ ایک ریسرچ سکالر جمیلہ شوکت صاحبہ کا تھا۔ جو ترقی کی منازل طے کرتے کرتے آج ڈاکٹر اور پروفیسر جمیلہ شوکت ہیں۔ شیخ زاید اسلامک سنٹر کی ڈائریکٹر اور کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ کی ڈین ہیں۔ تیسرے حصے میں حافظ صاحب اور شعبہ کے دیگر اساتذہ کبھی کبھار مطالعہ کرنے یا کسی اور کام کے لئے بیٹھ جایا کرتے تھے۔

میں نے تقریباً چودہ سال اس شعبہ میں بطور لائبریرین کام کیا ہے۔ اس تمام عرصہ میں میرا واسطہ حافظ صاحب مرحوم سے رہا۔ اس کے بعد فروری ۱۹۸۰ء میں حافظ صاحب ریٹائر ہوگئے۔ اور اپریل ۱۹۸۰ء میں، میں کچھ عرصہ کیلئے اسلام آباد چلی گئی۔ پونے چار سال علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں تعینات رہی۔ لیکن ان کے ساتھ رابطہ مسلسل رہا۔ میں جب بھی اسلام آباد سے لاہور آتی حافظ صاحب سے ملے بغیر نہ جاتی۔ یوں سمجھئے کہ حافظ صاحب میرے لئے ایک روحانی باپ کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ تو مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے میں ان کی پانچویں بیٹی ہوں۔ گھریلو مراسم کی وجہ سے یہ تعلق اور بھی گہرا ہو گیا تھا۔ ان کی چاروں بیٹیاں بھی میرے ساتھ بہت پیار کرتی ہیں۔ اور ان کی اہلیہ جیسی مخلص خاتون میں نے نہیں دیکھی۔ افسوس کہ وہ بھی حال ہی اس دار فانی سے کوچ کر گئی ہیں۔

اتفاق کہہ لیجئے کہ میرے والد صاحب کا انتقال مئی کے مہینے میں ہوا۔ اور ٹھیک چوبیس سال بعد میرے روحانی باپ بھی مئی کے مہینے میں اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے تو مجھے ایک بار پھر یتیمی کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ حافظ صاحب کا انتقال ہوئے دو سال ہی ہوئے تھی کہ میرا اکلوتا بھائی بھی مئی کے مہینے میں ہی

Marfat.com

ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ اس کی موت نے تو مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ بہرحال موت بھی تلخ حقائق میں سے ایک حقیقت ہے جس سے مفر ممکن نہیں "کل نفس ذائقة الموت" کے قاعدہ کلیہ سے انبیاء اور رسل مستثنیٰ نہیں تو اور کوئی اس ضابطے سے ماوراء کیونکر ہوسکتا ہے۔

حافظ صاحب مرحوم کے بارے میں کیا کیا لکھوں کہ وہ تو ایک بحر بیکراں تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی بھرپور انداز سے گزاری۔ غم کے سایے کو کبھی قریب نہ پھٹکنے دیا۔ خوش مزاجی اور خوش خلقی انکی شخصیت کا ایک نمایاں وصف تھا۔

علم کے لحاظ سے وہ ایک چلتا پھرتا انسائیکلوپیڈیا تھے اور اس بات کے ان کے مخالفین بھی معترف تھے۔ ایک دفعہ شعبہ ھذا میں ایک مستشرق آیا۔ جس نے حافظ صاحب کو دو تین ملاقاتوں کے بعد یہ خطاب دیتے ہوئے کہا کہ آپ تو بلاشبہ ایک چلتا پھرتا انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ موضوع کچھ بھی ہو مخاطب کو گفتگو کے دوران یہ احساس ہوتا تھا کہ حافظ صاحب کو اس موضوع پر عبور حاصل ہے۔ ساری زندگی انہوں نے قرآن کی خدمت جس انداز سے کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ کلاس میں قرآن کا پرچہ پڑھاتے ہوئے وہ دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو جاتے۔ اتنی لگن اور محنت سے پڑھاتے کہ عام طالب علم کو کچھ اور دیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ ''لغات و اعراب قرآن'' کا جو سلسلہ انہوں نے شروع کیا۔ کئی دوستوں نے مشورہ بھی دیا کہ اس میں اختصار سے کام لیں۔ لیکن آپ نے اپنے اسلوب سے ہٹنا گوارہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بے وقت موت کی وجہ سے وہ کام ادھورا رہ گیا ہے اور تاحال کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔

نئی کتابیں خریدنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ اکثر آمدنی کا بیشتر حصہ اس

Marfat.com

شغل پر صرف کر دیتے۔ کبھی کبھی بیگم سے اس بات پر جھگڑا بھی ہو جاتا۔ جب وہ کتابیں لیکر گھر پہنچتے تو بیگم کہتیں ''بیٹیوں کو جہیز میں کتابیں ہی دے دینا۔ ان کی شادیوں کی فکر نہیں جو تھوڑی بہت بچت ہوتی ہے اس کی آپ کتابیں خرید کر لے آتے ہیں'' حافظ صاحب کبھی مسکرا کر خاموش رہتے اور کبھی کہتے۔ ان کا بھی اللہ مالک ہے۔ اور یہ اللہ ہی کا فضل تھا کہ انہوں نے اپنی چاروں بیٹیوں اور دونوں بیٹوں کی شادیاں اپنی بساط کے مطابق ٹھیک ٹھاک طریقے سے کیں۔ کتابیں خریدتے وقت اچھے سے اچھا ایڈیشن خرید کر لاتے۔ ۱۹۸۳ء میں اپنی بیٹی کی شادی پر ''بہشتی زیور'' مبلغ ۵۰۰ روپے میں خرید کر لائے۔ اور اسے جہیز میں دیا۔ اسی طرح قرآن پاک بھی اگر کسی کو ہدیۃً دینا ہوتا تو بہترین نسخہ خرید کر دیتے۔

مکتبہ علمیہ کے مالک جناب عبیدالحق صاحب سے خاص تعلق تھا۔ شعبہ کی لائبریری کے لئے بھی عموماً وہیں سے کتابیں خریدی جاتیں۔ اور ذاتی کتب بھی زیادہ تر وہیں سے خریدتے۔

کتابوں سے والہانہ محبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے محدود وسائل کے باوجود ایک عظیم الشان کتب خانہ جمع کر لیا۔ جس میں ہر موضوع پر کتابیں موجود ہیں۔ مختلف رسم الخط کے قرآن بھی ہیں تفاسیر بھی ہیں انسائیکلوپیڈیا بھی ہیں بلکہ اس موضوع پر ایک الگ مضمون لکھا جا سکتا ہے۔ قرآن پاک کا ایک نادر نسخہ ایسا بھی ہے جو ان کو وراثت میں ملا ہوا ہے۔

حافظ صاحب ایک زبردست محقق اور نقاد تھے۔ کبھی کوئی تحریر تحقیق کے بغیر نہ لکھتے۔ کسی ایک روایت یا بعض دفعہ صرف ایک لفظ کا کھوج لگانے میں گھنٹوں صرف کر دیتے پھر جا کر کسی نتیجہ پر پہنچتے۔ لین دین کے معاملات

Marfat.com

میں شریعت کا بہت خیال رکھتے۔ ہمیشہ یہی کوشش ہوتی کہ کوئی کام غیر شرعی طریقے سے نہ ہو۔ کبھی کسی سے قرض وغیرہ لینے کی ضرورت پیش آجاتی تو ہمیشہ لکھ کر لین دین کرتے۔ ذہانت کا یہ حال تھا کہ تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنے کا ارادہ کیا اور اللہ کے فضل سے صرف نو ماہ میں قرآن حفظ کرلیا۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چند اشعار یہاں نقل کرتی ہوں۔

مئے ایمان کدھر ہے لا! جزاک اللہ اے ساقی! پلا بھر بھر کے سو سو جام بسم اللہ اے ساقی!
مری تشنہ بھی ہے بڑھ چکی کچھ رحم کر للہ! لگا دے اب لبوں سے جام الا اللہ اے ساقی!
ہے باسٹھ اور تیسرہ سو سن ہجری اٹھا ساغر مہینہ ہے شوال اب پڑھ الحمد للہ اے ساقی!
ہے سال عیسوی انیس سو اور ساٹھ ترتالیس شروع ہے ماہ اکتوبر ھداک اللہ اے ساقی!

مندرجہ ذیل شعروں سے حفظ قرآن کی تکمیل کی ترجمانی ہوتی ہے۔

تیری شفقت تیرا احسان جزاک اللہ اے ساقی! نشان ساحل بحر کلام اللہ اے ساقی!
ہے تیرہ سو تریسٹھ سال ہجری کہ نظر آیا میں ہوں سرشار پی کر جام الا اللہ اے ساقی
ہے بیس اور سات رمضان المبارک ماہ نورانی ہائے سب گناہ میرے تعالیٰ اللہ اے ساقی
ہے سن عیسوی انیس سو چالیس اور زائد چار ستمبر کا مہینہ ہے بحمد اللہ اے ساقی
مسافر حافظ احمد یار کا خاتمہ بالخیر پلا ان کو مئے حب رسول اللہ اے ساقی

حافظ صاحب نے پہلا حج ۱۹۷۳ء میں کیا تھا۔ ان کا حج بھی ایک انوکھا تجربہ تھا کیونکہ اس سال حاجیوں کو بسوں کے ذریعے بھیجنے کا تجربہ کیا گیا۔ اور حافظ صاحب نے بھی اس تجربے کا فائدہ اُٹھایا۔ اس کے بعد دوسری دفعہ بیگم کے ساتھ ۱۹۸۵ء میں حج پر گئے۔ کئی عمرے بھی کئے۔ ایک دفعہ عمرے پر گئے تو ان کے ساتھ ان کے بیٹے ڈاکٹر نعم العبد بھی تھے۔ عمرے پر عمرے کئے جارہے

Marfat.com

تھے جب ڈاکٹر نعم العبد نے کہا کہ ابا جان بس کریں اور عمرہ کریں گے تو آپ کی صحت متاثر ہوگئی۔ کہنے لگے بس ایک اور کرلوں۔ مکمل کرنے کے بعد واقعی نڈھال ہو کر گر گئے تو نعم العبد نے پوچھا ابا جان یہ تو بتائیں یہ آخری عمرہ آپ نے کس کا کیا؟ کہنے لگے۔ یہ عمرہ میں نے اس شخص کا کیا ہے جو میرے خاندان میں پہلا مسلمان ہوا تھا۔ ذرا سوچو تو سہی اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو آج میں یہاں ہوتا؟ صاف گوئی کا یہ عالم تھا کہ میں نے ساری زندگی ان کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، ہمیشہ سیدھی اور سچی بات کہتے خواہ وہ کسی کے لئے تکلیف دہ ہی کیوں نہ ہو۔ بڑی حد تک اپنے موقف پر ڈٹ جانے والے آدمی تھے۔

لائبریری انچارج ہونے کی حیثیت سے حافظ صاحب کا رویہ ہمارے ساتھ بہت مشفقانہ اور دوستانہ ہوتا۔ اپنے سٹاف کے حقوق کا دفاع کرتے اور اپنے موقف سے ہرگز پیچھے نہ ہٹتے بلکہ اصولی بات پر ڈٹ جاتے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ لائبریری کا عملہ بھی اپنا کام انتہائی محنت لگن اور خلوص نیت سے کرتا۔

شعبہ ہذا میں راقمہ پہلی تربیت یافتہ لائبریرین تھی۔ مجھ سے پہلے لائبریری غیر تربیت یافتہ ہاتھوں میں رہنے کی وجہ سے خاصی بے قاعدگیوں کا شکار تھی جبکہ اسے قائم ہوئے سولہ سال ہو چکے تھے لیکن مگر کئی کام ادھورے پڑے تھے۔ سٹاک ٹیکنگ کبھی نہ ہوئی تھی۔ نئی کتابیں بغیر اندراج کے پڑی تھیں۔ چارج لیتے ہی میں نے اس کی بہتری کے لئے کمر باندھ لی۔ اللہ کی مدد اور حافظ صاحب کی سرپرستی میں، میں نے جلد ہی اس کی حالت بدل ڈالی۔

تمام غیر مندرج کتب کا اندراج کیا۔ ان کی درجہ بندی کی ان کے کارڈ بنائے۔ میرے ہاتھ کے بنے ہوئے کارڈ اب بھی اس لائبریری میں موجود ہیں۔

جب پہلی مرتبہ سٹاک ٹیکنگ کی تو گمشدہ کتابوں کی فہرست سینکڑوں میں

Marfat.com

تھی۔ جس میں آہستہ آہستہ کمی آتی گئی۔ اور مجھے فخر ہے کہ میری سروس کے دوران ایک سال ایسا بھی آیا جب کہ ایک بھی کتاب Missing نہ تھی۔ اس کا سارا کریڈٹ لائبریری کے عملے کو جاتا ہے۔ خصوصاً حافظ صاحب کو جو لائبریری کی بہتری کے لئے وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ ہدایات دیتے رہتے۔

موسم گرما کی تعطیلات کے دوران ذخیرے کی پڑتال ہوتی۔ تو حافظ صاحب ہمارے ساتھ بنفس نفیس کام کرتے۔ ان کی موجودگی میں ہمیں کبھی بوریت کا احساس نہ ہوتا۔ چائے کا دور بھی چلتا، سنجیدہ گفتگو بھی ہوتی، لطیفے بھی سنائے جاتے اور کام بھی بھرپور طریقے سے ہوتا۔ اکثر چار یا پانچ گھنٹے مسلسل کام کیا جاتا۔ اگر کبھی نہ آنا ہوتا تو گھر سے ہدایات کے ساتھ پیغام بھیج دیتے ویسے ایسا بہت کم ہوتا۔ اس طرح تقریباً ایک سے ڈیڑھ ماہ تک کے عرصہ میں کام مکمل ہو جاتا۔ فہرست بنانے کے بعد رپورٹ تیار ہوتی اور چیئرمین کی وساطت سے گم شدہ کتب Write Off کروائی جاتیں۔

اس دور میں میرے ساتھ کام کرنے والے بھی بہت محنتی، دیانتدار اور ادارے کی وفادار ملازم تھے۔ افسوس کہ ان میں سے اب کوئی بھی بقید حیات نہیں ہے۔ سب سے پہلے محمد اکرم خاں جو لائبریری کلرک تھے۔ جن کی ساری سروس ہی اس لائبریری کی تھی۔ بعد میں اسسٹنٹ ہوگئے تھے، کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد فضل داد جو لائبریری اٹنڈنٹ تھے، اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس بندے کی یہ خوبی تھی کہ بالکل ان پڑھ ہونے کے باوجود کتابوں سے زبردست شناسائی تھی۔ کوئی نمبر لکھ کر دیا جاتا فوراً کتاب حاضر کر دیتے۔

ان دونوں نے جس طرح ادارے کی خدمت کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ دونوں ہمارے ساتھ ملکر اس طرح کام کرتے تھے۔ جیسے کسی گھر میں گھر

Marfat.com

کے افراد کام کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ کام کے دوران چائے کا دور بھی چلتا۔ چائے اکثر اپنی جیب سے پلاتے۔ چائے میں چینی کی مقدار بھی غیر معمولی ہوتی۔ دو ڈھائی چمچ ایک کپ میں معمولی بات تھی۔ کھجوروں کے بھی بے حد شوقین تھے۔ اکثر جھنگ سے لیکر آتے اور پھر خوب سیر ہو کر کھاتے۔

خود دار اتنے تھے کہ کبھی بیٹوں سے توقع نہ رکھی کہ وہ روپے پیسے سے ان کی خدمت کریں۔ اگر کبھی کسی نے دینے کی کوشش بھی کی تو کہتے اپنی والدہ کو دیدو۔ بیمار بھی پڑے تو اپنے ہی وسائل سے علاج معالجہ کروایا۔ حتی کہ آخری وقت میں اپنا سکوٹر اور گولڈ میڈل بیچنے کی خواہش کی تو بڑے بیٹے نعم العبد نے کہا کہ ابا جی یہ چیزیں میں خریدتا ہوں۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہی سکوٹر پہلے باپ نے بیٹے سے خریدا تھا اور اب بیٹا باپ سے خرید رہا تھا۔ حافظ-صاحب ایک طویل عرصہ تک اچھرہ سے یونیورسٹی سائیکل پر آیا کرتے تھے۔ پھر جب ڈاکٹر نعم العبد کی شادی ہوئی اور وہ شادی کے کچھ عرصہ بعد سعودی عرب چلے گئے۔ سکوٹر گھر میں ہی پڑا تھا۔ لیکن حافظ صاحب کی خود دار طبیعت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹے کا سکوٹر بغیر پیسے دیے استعمال میں لائیں۔ چنانچہ آپ نے پہلے رقم ادا کی پھر اسے استعمال کیا۔ یہ سکوٹر اس لحاظ سے بھی ایک تاریخی چیز ہوگئی ہے کہ ڈاکٹر نعم العبد نے اسے ڈاکٹر خالد علوی سے خریدا تھا۔

حافظ صاحب کی صحت قابل رشک تھی۔ ساری زندگی انہیں کبھی کچھ نہیں ہوا تھا۔ لیکن ۱۹۹۲ء میں تقریباً ۷۲ سال کی عمر میں انہیں اچانک دل کی تکلیف ہوئی۔ پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں داخل کرا دیا گیا۔ کچھ دن ہسپتال میں رہ کر گھر آگئے۔ ڈاکٹروں نے زیادہ مشقت کرنے اور سکوٹر وغیرہ چلانے

Marfat.com

سے منع کر دیا۔ چار پانچ سال ادویات کے مسلسل اور باقاعدہ استعمال کے باعث مرض کافی حد تک کنٹرول رہا۔ اس دوران انہوں نے اپنی دونوں چھوٹی بیٹیوں کی بھی شادی کر دی۔ اور دونوں میاں بیوی تنہا ہو کر رہ گئے۔ ان کے لئے زندگی کے یہ سال بہت کٹھن تھے۔ بیگم آنکھوں کی ایسی بیماری میں مبتلا ہوگئیں تھیں جس سے بالآخر ان کی بصارت ہی جاتی رہی تھی۔ کوئی بیٹی آتی تو کھانا وغیرہ پکا کر دے جاتی۔ خصوصاً قرۃ العین کئی قسم کے سالن پکا کر فریج میں رکھ جاتی۔ روٹیاں تنور سے منگوا کر دونوں کھالیتے۔ ان دنوں میں حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ ہمارا گھر کسی اجاڑ سے ریلوے سٹیشن کی مانند ہے۔ جہاں کوئی گاڑی آخر رکتی ہے تو رونق ہو جاتی ہے جب گاڑی چلی جاتی ہے تو پھر وہ سنسان ہو جاتا ہے۔ ہماری کوئی بیٹی جب بچوں سمیت ہمارے ہاں آتی ہے تو ہمارے گھر میں اتنی دیر رونق رہتی ہے جب وہ چلی جاتی ہے تو گھر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ ان دنوں بڑے اداس اداس رہتے۔

۱۹۹۷ء کے رمضان المبارک میں اچانک طبیعت خراب ہوئی تو پھر انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں داخل کر دیا گیا۔ فوری اور ہنگامی علاج سے وقتی طور پر افاقہ ہوا۔ مگر عیدالفطر کے بعد وہی تکلیف پھر لوٹ آئی۔ دوبارہ وہیں داخل کرایا گیا۔ اب کے ۱۴ فروری سے ۲۴ مارچ تک داخل رہے۔ اس دوران ان کی مخدوش حالت کے پیش نظر زیادہ عرصہ انہیں انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھا گیا۔ وقتاً فوقتاً عیادت کے لئے جاتی رہی۔ اکیلی جاتی تو ضرور پوچھتے صوفی صاحب نہیں آئے۔ (میرے شوہر کو صوفی صاحب کہا کرتے تھے) کبھی ایسا بھی ہوتا کہ شام کو دوبارہ اپنے شوہر کے ساتھ ہو کر آتی۔ اس بیماری کے دوران ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب دل نے اچانک کام کرنا بند کر دیا۔ ڈاکٹروں کے بقول وہ

Marfat.com

زندگی کی سرحد پھلانگ کر موت کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ کہ بالآخر دل کو حرکت دینے اور سانس کی آمد و رفت بحال کرنے کی ہنگامی اور مصنوعی کوششیں بار آور ہوئیں۔ تیسرے دن جب میں عیادت کے لئے گئی۔ تو مسکرا کر کہنے لگے۔ ''پرسوں تے اسی لئی گئے ساں'' میں نے کہا اللہ نہ کرے حافظ صاحب ابھی آپ کی بہت ضرورت ہے۔

بیماری کے دوران ان کو ہمیشہ صابر اور باہمت پایا کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتے۔ جتنا عرصہ ہسپتال میں رہے سب بیٹیاں بیٹے اور داماد خدمت پر مامور رہے۔ مارچ کے آخری عشرے میں ایک دن میں عیادت کیلئے گئی تو زندگی میں پہلی بار ہنستے مسکراتے انسان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو سوچا کہ شاید حافظ صاحب اپنی زندگی سے مایوس ہوگئے ہیں۔ لیکن جلد ہی پتہ چلا کہ معاملہ کچھ اور ہے۔ حافظ صاحب کے تین داماد اس وقت لاہور میں تھے۔ جبکہ چوتھے داماد بھی حویلیاں سے چھٹی لیکر لاہور آئے ہوئے تھے۔ سبھی باری باری ڈیوٹی دیتے تھے۔ ڈاکٹر نعم العبد جو کہ سعودی عرب سے آئے ہوئے تھے کہ چھٹی بھی ختم ہو رہی تھی۔ کرنل ذوالقرنین بھی پنڈی سے آتے جاتے رہتے تھے۔ دونوں بیٹوں نے سوچا کہ اب حافظ صاحب کو راولپنڈی لے چلیں۔ ظاہر ہے حافظ صاحب نے لاہور چھوڑنے کا کبھی نہ سوچا تھا۔ اور نہ ہی کبھی کسی بیٹے یا بیٹی کے گھر رہنا پسند کیا تھا بس اسی لئے رنجیدہ خاطر تھے۔ انہیں اپنی کتابوں اور اپنی لائبریری سے اتنا لگاؤ تھا کہ وہ ان سے الگ ہو کر کہیں اور رہنے کو تیار نہ تھے۔ جب انہیں بہت مجبور کیا گیا تو انہوں نے پہلے گھر جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ ۲۴ مارچ کو ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آ گئے اور ۲۷ مارچ کو انتہائی بوجھل دل کے ساتھ راولپنڈی روانہ ہوگئے۔ روانگی سے پہلے انہوں نے کہا تھا کہ میرا اندازہ ہے کہ ڈیڑھ ماہ تک

Marfat.com

میری واپسی ہو جائے گی اور واقعی ڈیڑھ ماہ بعد ہی وہ لاہور واپس آ گئے۔ اس دوران بیٹیوں سے کبھی کبھی فون پر بات چیت ہوتی رہی۔ یہی پتہ چلتا کہ اب پہلے سے بہتر ہیں۔ مجموعی طور پر کچھ افاقہ تو ہوا۔ مگر سانس کی تکلیف پر قابو نہ پایا جاسکا۔ ۱۴ مئی کو طبیعت اچانک بہت بگڑ گئی، ہسپتال داخل کرایا گیا لیکن طبیعت بگڑتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ۱۵ مئی کی رات کو دس بجے وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوگئے۔ ۱۶ مئی کو علی الصبح میرے فون کی گھنٹی بجی جب دوسری طرف ذاکر عتیق (حافظ صاحب کے چھوٹے داماد) کی آواز سنی تو خیال گزرا کہ خبر اچھی نہیں ہے۔ وہی ہوا اگلے لمحے میں یہ دل ہلا دینے والی خبر سن چکی تھی کہ حافظ صاحب اب ہمارے درمیان موجود نہیں رہے۔ ۱۶ مئی کی صبح حافظ صاحب کی میت راولپنڈی سے لاہور لائی گئی وفات کے وقت ان کی عمر ۷۷ برس تھی۔ آپ کے بھائی وغیرہ چاہتے تھے۔ کہ آپ کو جھنگ میں اپنے آبائی گاؤں ''حبیب'' میں دفن کیا جائے۔ لیکن حافظ صاحب مرحوم کی وصیت کے مطابق آپ کو ماڈل ٹاؤن کے قبرستان ''مڑیاں'' میں دفن کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس دن چونکہ جمعہ المبارک تھا۔ چنانچہ جمعہ کی نماز کے بعد مسجد دارالسلام میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی جہاں آج سے ربع صدی قبل حافظ صاحب مرحوم مسلسل کئی سال جمعہ کی خطابت کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ اور اتوار کو درس قرآن بھی دیتے رہے۔ انجمن خدام القران کے موسس ڈاکٹر اسرار احمد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جمعہ کی برکت سے نماز جنازہ میں ڈیڑھ دو ہزار افراد شریک تھے۔

حافظ صاحب کے شاگرد نہ صرف پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں بلکہ پاکستان کے باہر بھی جگہ جگہ موجود ہیں۔ میرے علم میں جن شخصیات کے نام ہیں ان میں مندرجہ ذیل اصحاب شامل ہیں۔ سعودی عرب سے عاصم عبداللہ، عراق

Marfat.com

سے محمد طارق کمال، مصر سے عبدالجواد مصری، جاپان سے محمد رمضان اور ترکی سے علی ایلچی ہیں۔ ان میں سے عاصم عبداللہ اور محمد رمضان سے تادیر خط و کتابت اور ملاقات بھی رہی۔

پاکستان میں حافظ صاحب کے شاگرد اہم پوسٹوں پر کام کر رہے ہیں۔ مثلاً پروفیسر ڈاکٹر طفیل ہاشمی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے ادارہ علوم اسلامیہ و عربیہ کے ڈائریکٹر اور فیکلٹی کے ڈین ہیں۔ حافظ ڈاکٹر محمد طفیل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ہیں ان کے علاوہ قاری محمد طاہر صاحب، سعید اقبال صاحب ڈاکٹر حافظ محمود اختر، حافظ اسرائیل پروفیسر ہیں محمد سلیم وغیرہ بھی ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ مرحوم غضنفر علی شاہ کرمانوالہ بھی آپ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ خواتین میں سے شمیم اختر چیمہ، نزہت الزہراء محبوب بانو، مریم صدیقہ سعیدہ بلقیس اور فارقلیط وغیرہ سے تادیر تعلق رہا۔ یہ سب اپنے اپنے شعبوں کی صدور وغیرہ ہیں۔

نظریاتی دوستوں میں قابل ذکر نام ڈاکٹر ایس۔ ایم زمان صاحب جو اس وقت اسلامی مشاورتی کونسل کے چیئرمین ہیں۔ چوہدری صفدر علی، ان کے بھائی محبوب علی، جناب عبدالحئی صدیقی صاحب ہیں۔ بھائیوں میں آپ سب سے بڑے تھے۔ دو چھوٹے بھائی سعد اللہ انگلش کے پروفیسر اور بشارت صاحب اردو کے پروفیسر ہیں۔ اولاد میں حافظ صاحب کی چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ بڑے بیٹے ڈاکٹر نعم العبد ملازمت کے سلسلہ میں سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ چھوٹے بیٹے کرنل ذوالقرنین راولپنڈی میں رہائش پذیر ہیں۔ بیٹیوں میں سے بڑی بیٹی رابعہ ہیں جن کے شوہر آج کل ملازمت کے سلسلہ میں حویلیاں میں ہیں۔ سب سے چھوٹی بیٹی نضرۃ النعیم ہیں جنہوں نے عربی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ہے اور حافظ

Marfat.com

صاحب کی اصلی علمی وارث ہیں اٹک میں ہیں درمیان کی دونوں بیٹیاں مستبشرہ اور قرۃ العین لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ ماشاء اللہ سب اپنے اپنے گھروں میں خوش باش ہیں۔ حال ہی میں ان کی اہلیہ بھی وفات پاگئی ہیں۔ بہت نیک اور متقی ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی زندہ دل خاتون تھیں۔ ہم سب سے بڑی شفقت اور محبت سے ملتی تھیں۔ دونوں میاں بیوی نے بیٹیوں کی تربیت جس انداز سے کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

---

Marfat.com

# استاذ مکرم پروفیسر حافظ احمد یار خانؒ

حافظ محمد یوسف خان☆

"اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ"

(یوسف/۲)

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ لوگ سمجھ جائیں۔ عربی جو تمام زبانوں سے زیادہ فصیح اور وسیع زبان ہے نزول قرآن کیلئے منتخب کی گئی بقول ابن کثیر:

"اُنْزِلَ اَشْرَفُ الْكُتُبِ بِاَشْرَفِ اللُّغَاتِ عَلٰى اَشْرَفِ الرُّسُلِ صلى الله عليه وسلم"

اس کتاب مبین کے دُنیا میں اولین مخاطب عرب تھے۔ اہل عرب کو نقطوں اور اعراب کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ جب نور اسلام دنیا کے اطراف میں پھیلنے لگا، دائرہ اسلام وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ غیر عرب کو تلاوتِ قرآن حکیم کے دوران مسائل پیش آنے لگے۔ یہاں تک کہ دورِ فاروقی میں سورۂ توبہ کی تیسری آیت۔

إِنَّ اللّٰهَ بَرِيٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ۔(التوبة/۳)

میں ''ورسولہ'' جر کے ساتھ پڑھتے سنا گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی توجہ وضع نحو کی طرف ہوئی۔ پھر آگے چل کر حضرت علی ابن ابی طالب کرم

☆ اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات، گورنمنٹ شالیمار کالج، لاہور۔

Marfat.com

اللہ وجھہ کے بیان فرمودہ بنیادی اصولوں کے پیش نظر حضرت ابو الاسود دوئلی نے قواعد نحو کو مدون کیا۔ یہاں تک کہ چھٹی صدی ہجری میں مفسرین کا ایک طبقہ سامنے آتا ہے جو کہ صرفی ونحوی اعتبار سے تفاسیر لکھنے کا کارنامہ انجام دیتا ہے۔

پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ایک عظیم استاذ پروفیسر حافظ احمد یار خان شعبہ علوم اسلامیہ میں ان تمام تفاسیر سے روشنی کی کرنوں کو چُن چُن کر طلباء کے سامنے ایک منفرد مشفقانہ انداز میں رکھ دیتا ہے۔آج بھی ۱۳/ جون ۱۹۹۰ء بروز بدھ کو استاذ مکرم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب کا میرے لئے آخری سبق راقم الحروف کی ڈائری میں لفظ بلفظ محفوظ ہے۔ جو لیکچرز ٹریننگ کے دوران پروفیسر حافظ صاحب نے دیا تھا۔

(اس کے تین دن بعد ۱۶ جون ۱۹۹۰ء کو محترمہ ومکرمہ پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ نے ہمیں ''اسلام کے نظام معاشرت'' پر خصوصی لیکچر دیا تھا۔ جن کی مساعی جمیلہ سے آج یہ علمی نشست قائم ہو رہی ہے، (دام اللہ ظلھا علی وعلی جمیع طلبہ العلم)

حضرت حافظ احمد یار صاحب کا سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳۳ کا لیکچر احقر کیلئے آخری درس تھا۔

وَالْوَ الِدَاتُ یرضِعْنَ اولَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ ارَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ۔(البقرہ/۲۳۳)

تمام لیکچر کے دوران شاگرد ہمہ تن متوجہ تھے،تحلیل نحوی، تحلیل صرفی، لغوی مباحث کی ساتھ تفسیر بیان ہورہی تھی۔ اس سبق کے دوران استاذ مکرم نے بتایا کہ آج کل ماہنامہ میثاق میں تفسیر شروع کی ہے۔ لغت، ترکیب عربی، رسم الخط اور ضبطِ کلمات کے چاروں انداز اختیار کرتے ہوئے۔

Marfat.com

اس سبق کے دوران استاذِ مکرم جب آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ''تراضعوا'' پر پہنچے تو ''تراضعو'' کی تحلیل کرنے کے بعد فرمایا جمع کی واؤ کے بعد الف آتا ہے۔

فوراً شرکائے درس کی طرف سے قرآن میں" جاء و" باء و" کے بعد الف نہ ہونے کے سوالات ہوئے؛ تو جواب میں قبلہ حافظ صاحب نے ''رسم الخط'' پر خوبصورت لیکچر دیا۔

"حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡن" کی تفسیر فرماتے ہوئے علم لغت کی گہرائی میں گئے تو فرمایا یہاں ''عامین'' نہیں کہا گیا۔ اس لئے کہ عربی میں ''عام'' اس سال کو کہتے ہیں جو کہ مقررہ مہینہ سے شروع ہو کر مقررہ مہینہ کے اختتام تک ہوتا ہے۔ لیکن حول سال کی کسی بھی تاریخ سے شروع ہو کر کسی بھی تاریخ تک مکمل ہو جاتا ہے۔ اور آیت میں یہی مقصود تھا۔

"لا تضار" کی تحلیل صرفی ہونے لگی تو فرمایا یہ باب مفاعلہ سے معروف ہو سکتا ہے اور مجہول بھی۔ معروف پڑھیں گے تو والدة فاعل بنے گا۔ یعنی ماں نقصان نہ پہنچائے کسی وجہ سے اور فعل مجہول قرار دیں تو ''والدة'' نائب فاعل ہو کر ترجمہ یہ ہوگا ''کسی ماں کو بچے کی وجہ سے نقصان نہ پہنچایا جائے''۔

"ولا مولودله" پر پہنچے تو فرمایا یہاں بھی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں لیکن نائب فاعل ہی متعین ہے۔

محترم و معزز حاضرین!

اس اندازِ تفسیر کے دوران یہ صدائیں بھی کانوں میں گونجتی ہیں کہ اللہ تعالی نے تو یہ فرمایا:

قرآنا عربیا غیر ذی عوج لعلهم یتقون۔(الزمر/۲۸)

Marfat.com

''یہ قرآن عربی زبان کا، جس میں کجی، ٹیڑھا پن نہیں''

''لیکن نحوی، صرفی بحثوں نے ٹیڑھا پن پیدا کر دیا ہے''۔ یہ بات کس حد تک درست ہے اہل علم ہی فیصلہ کر پائیں گے۔ لیکن یہ قول اختیار کرنے والے طالب تفسیر قرآن کو یہ کیسے سمجھائیں گے کہ۔

"واذا ابتلی ابراھیم ربُّه" (البقرہ /١٢٤)

میں ابراہیم رَبَّہ نہیں ہے ورنہ کفریہ ترجمہ ہوگا۔

پھر "لا یحزنك قولھم۔ ان العزة لله جمیعا" (یونس/٦٥)

میں پڑھاتے ہوئے قولھم پر وقف نہ کریں تو ان العزت لله جمعیا، قولھم کا مقولہ بنے گا۔ ظاہر ہے انتہائی غلط مفہوم نکلے گا۔

لازماً "ان العزة لله جمیعاً" کو نحوی اعتبار سے جملہ مستأنفہ ماننا ہوگا۔ پھر دور فاروقی میں "ان الله بری ء من المشرکین و رسوله" کے بجائے ورسوله پر گرفت کیوں کی گئی؟

اگر جواب میں کہ دیا کہ اس کا عطف "مشرکین" پر نہیں بلکہ لفظ "الله" پر ہے تو پھر طالب علم سوال کر دے گا کہ لفظ ''اللہ'' تو ان کی وجہ سے منصوب ہے پھر "ورسوله" کیوں ہے "ورسوله" کیوں نہیں تو اب اس دور میں ایک اور حافظ احمد یار'' کی ضرورت پیش آئے گی۔

گویا قدم قدم پر نحو وصرف، لغت و اشتقاق جیسے علوم کی ضرورت رہے گی۔ یہ درست ہے کہ نحو وصرف لغت و اشتقاق جیسے علوم انسانی ذہن کی پیداوار ہیں۔ نظم قرآن ان علوم کے اصول وضوابط کا پابند نہیں۔

لیکن یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ محققین نے فنون تفسیر میں علم نحو وصرف وغیرہ کو شامل کیا ہے۔ اور علم تفسیر کے ماہرین نے مفسر اور مترجم کی شرائط میں

Marfat.com

یہ طے فرمایا ہے کہ جو شخص ان علوم سے ناواقف ہوگا اسے قدم قدم پر لغزش کا سامنا ہوگا۔

دوسری طرف دینی مدارس میں یہ ہوا کہ صرف ونحو جیسے علوم، جو کہ قرآن فہمی کا ذریعہ وآلہ تھے ان ہی علوم کو مقصود بالذات بنالیا گیا۔ صرف ونحو کی کتب پڑھنے کے بعد طلبہ مضامین صرف ونحو میں خوب ماہر ہوتے ہیں، مشکل ترین صرفی ونحوی ابحاث اور اشکالات کے جواب دینے میں ماہر ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں سے اکثر قرآن حکیم کی عبارت میں صرف ونحو کے اجراء سے قاصر ہوتے ہیں۔ حالانکہ صرف ونحو پڑھنے کا اصل مقصد قرآن حکیم کو سمجھنا تھا۔

الحمد للہ اب وفاق المدارس کے تفسیر کے پرچوں میں میں تحلیل نحوی و صرفی اور لغوی مباحث پر مشتمل سوالات آنے سے ان علوم کی قرآن مجید میں اجراء کی کیفیت آرہی ہے۔

اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام کو جو کہ آج بھی تفسیر قرآن حکیم کیلئے ان علوم کی آبیاری کیلئے کوشاں ہیں۔

اور آج کی یہ علمی نشست اس کا بین ثبوت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

---

Marfat.com

# حافظ احمد یارؒ — ایک سچے عاشقِ قرآن

جناب حافظ عاکف☆

حضرات محترم! آج کی یہ سنجیدہ اور باوقار محفل اُس مردِ درویش کی یاد میں سجائی گئی ہے جو ایک عالم باعمل، دلِ درد مند کا حامل، خودداری، وضعداری اور شرافت کا پیکر تو تھا ہی، ایک سچا عاشقِ قرآن بھی تھا۔ اِس مردِ درویش کی شخصیت کا مؤخرالذکر پہلو میرے نزدیک دیگر تمام اوصاف پر بھاری ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ عند اللہ بھی مرحوم کا یہ وصف سب سے زیادہ دلربا اور دلفریب قرار پائے گا۔ برصغیر کی عظیم علمی اور جامع الصفات شخصیت، مولانا مناظر احسن گیلانی کے بارے میں اُن کے کسی واقف حال نے بڑے خوبصورت الفاظ کہے تھے کہ ہمارے مولانا کے تو تمام ہی مناظر نہایت حسین ہیں۔ یاد رہے کہ مولانا کا نام مناظر احسن تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کم و بیش یہی معاملہ حافظ احمد یار مرحوم کا تھا۔ چنانچہ حافظ احمد یار مرحوم کی ہمہ صفت شخصیت کے بہت سے دوسرے ان گنت قابلِ قدر پہلوؤں کو نظر انداز کرنا اگرچہ میرے لئے بہت مشکل ہے اور اُن سے مکمل صرفِ نظر کرنا آج کی محفل میں بھی میرے لئے ممکن نہ ہوگا۔ تاہم آج کی نشست میں وقت کی محدودیت کے پیشِ نظر میں حافظ صاحب مرحوم کے

---

☆مدیر ماہنامہ میثاق اور حکمت قرآن۔ لاہور

Marfat.com

قرآن حکیم کے ساتھ والہانہ تعلق ہی پر قدرِ تفصیل سے روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

حافظ صاحب مرحوم سے میرا پہلا تعارف ۷۳-۱۹۷۲ء میں ہوا، جب وہ والد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی دعوت پر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی پہلی سالانہ قرآن کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ مرحوم سے میرا یہ پہلا تعارف یکطرفہ تھا۔ میں اُن دنوں ہائی سکول کا طالب علم تھا اور جہاں تک مجھے یاد ہے حافظ صاحب مرحوم کے مقالہ کا موضوع تھا "اعجازِ قرآن کے مختلف پہلو"۔ اُن کے مقالے کو سن کر حافظ صاحب مرحوم کا اولین تاثر جو میرے لوحِ قلب پر اُبھرا وہ ایک بھاری بھرکم علمی شخصیت کا تھا۔ میرے لئے یہ امر حیران کن تھا کہ وہ اتنے سنجیدہ موضوعات پر گفتگو کے دوران بھی لطافت اور خوش گفتاری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے اور یوں سامعین کی توجہ اور دلچسپی باقی رہتی تھی۔ سالانہ قرآن کانفرنسوں کے انعقاد کا یہ سلسلہ ۱۴، ۱۵ برس جاری رہا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ لاہور میں ہوتے ہوئے کسی قرآن کانفرنس سے حافظ صاحب مرحوم بغیر کسی شدید مجبوری کے غیر حاضر رہے ہوں۔ یہ قرآن حکیم کے ساتھ اُن کے والہانہ تعلق ہی کا مظہر تھا کہ انہیں قرآن کانفرنسوں کے ایک ایسے لازمی مقرر اور مقالہ نگار کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی جس کے بغیر کانفرنس نامکمل اور ادھوری محسوس ہوتی تھی۔

پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ علومِ اسلامیہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد حافظ احمد یار مرحوم ۱۹۸۳ء میں والد محترم کی دعوت پر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ذیلی ادارے قرآن اکیڈمی کے ساتھ منسلک ہوگئے جہاں پڑھے لکھے بی اے اور ایم اے افراد پاس کے لئے عربی زبان اور ابتدائی دینی تعلیم کے دو سالہ کورس

Marfat.com

کا انہی دنوں اجرا ہوا تھا۔ میں سمجھتا ہوں یہ خدمتِ قرآنی کا شدید جذبہ ہی تھا کہ حافظ صاحب مرحوم نے بہت ہی پُرکشش آفرز کو ٹھکرا کر مرکزی انجمن خدام القرآن اور اس کے تحت قائم شدہ اہم ادارے قرآن اکیڈمی کے ساتھ وابستہ ہونے کو ترجیح دی۔ بعد میں جب مجھے اُن سے زیادہ قریب ہونے کا موقع ملا تو میں نے بارہا اُن کے اس جذبہ خدمتِ قرآنی کو اُن کی زبان سے الفاظ کے قالب میں ڈھلتے دیکھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کی خدمت کے حوالے سے مجھے کسی بھی کام میں شرکت کی دعوت دی جائے اور خواہ کہیں بھی بلایا جائے میں جرات انکار کر ہی نہیں سکتا۔ اس جملے کے بین السطور قرآن حکیم کے ساتھ حافظ صاحب مرحوم کے غیر معمولی تعلق کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

قرآن اکیڈمی کے دو سالہ کورس میں وہ طلبہ کو پہلے سال عربی زبان سے بھرپور طور پر روشناس کرانے کے لئے عربی گرائمر کی مشہور زمانہ کتاب "عربی کا معلم" کے چاروں حصے بالاستیعاب پڑھاتے اور پھر دوسرے سال قواعد عربی کے اجراء کے ساتھ پورے قرآن حکیم کا ترجمہ سبقاً سبقاً پڑھاتے۔ وہ بلاشبہ اس کورس کے روحِ رواں تھے۔ جو طالب علم ایک دفعہ اُن کے سامنے زانوے تلمذتہ کرلیتا کوئی دوسرا اُستاد اس کی نظروں میں جچتا ہی نہ تھا۔ راقم السطور کو اگرچہ براہ راست حافظ صاحب مرحوم سے علمی استفادہ کا زیادہ موقع نہ مل سکا تاہم مرحوم کی قرآن اکیڈمی سے وابستگی کے باعث ۱۹۸۳ء کے بعد سے اُن سے میل ملاقات اور انہیں قریب سے دیکھنے کا بھرپور موقع میسر آیا۔ مرحوم کا اپنے تمام شاگردوں بالخصوص راقم کے ساتھ رویہ نہایت مشفقانہ ہوتا۔ کورس کے طلبا تو دو سال تعلیم مکمل کرکے قرآن اکیڈمی سے رخصت ہو جاتے لیکن چونکہ راقم قرآن اکیڈمی کے Fellow کی حیثیت سے تعلیم و تعلم، تصنیف و تالیف اور دیگر انتظامی ذمہ

Marfat.com

داریوں کو نبھا رہا تھا لہذا راقم کو قریباً روزانہ ہی مرحوم سے ملاقات اورمختلف معاملات میں استفادہ کاموقع ملتا۔ چنانچہ یہ دوطرفہ تعلق جس کا آغاز ۱۹۸۳ء سے ہوا تھا مرحوم کی زندگی کے آخری سانس تک نہ صرف برقرار رہا بلکہ اسمیں مزید اضافہ ہی ہوتا رہا۔

راقم نے محسوس کیا کہ تعلیم و تدریس کے میدان میں مرحوم کی دلچسپی کے اصل موضوعات دو ہی ہیں۔ ایک عربی زبان اور دوسرے قرآن حکیم۔ کہنے کو یہ دو موضوعات ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ عربی زبان اور اُس کی تدریس کے ساتھ اُن کے تعلق خاطر کا واحد سبب بھی یہی تھا کہ یہ قرآن کی زبان ہے۔ گویا عربی زبان سے دلچسپی بھی محض قران حکیم ہی کی وجہ سے تھی۔ چنانچہ عربی زبان اورقرآن کا ترجمہ پڑھاتے ہوئے ان پرایک عجیب وارفتگی طاری رہتی اور وہ بلا تکان مسلسل گھنٹوں پڑھاتے رہتے تھے۔ نہ خود اُن پر تھکاوٹ طاری ہوتی اورنہ ہی طلبہ میں بوریت کا احساس پیدا ہوتا Teaching میں اُن کا Stemina بے مثال تھا۔ مزاج میں شگفتگی کا یہ عالم تھا کہ مرحوم عربی گرامر پڑھا رہے ہوں یا ترجمہ قرآن، دورانِ تدریس انہیں موقع و موضوع کی مناسبت سے نہایت مناسب حال لطیفے سنانے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی تھی۔ شاید کئی کئی گھنٹے عربی زبان اور ترجمہ قرآن پڑھتے ہوئے طلبہ کے بور نہ ہونے کا ایک بڑا سبب بھی یہی تھا۔

اُن کی یادداشت اور استحضارِ ذہنی بلا کا تھا۔ ہر موقع و حال کی مناسبت سے وہ کوئی نہ کوئی لطیفہ سنانے کی نہ صرف قدرت رکھتے تھے بلکہ اس کا عملی مظاہرہ بھی کرتے تھے۔ سکھوں کے لطیفے بالخصوص انہیں بکثرت یاد تھے۔ برمحل اور برموقع لطیفہ سنا کرمحفل کو بھی کشت زعفران میں تبدیل کرتے اور خود بھی محظوظ ہوتے۔ ایسے موقعوں پر اُن کا تصنع سے پاک بے ساختہ قہقہ جس میں ایک عجیب

Marfat.com

معصومانہ کھنک ہوتی تھی لطیفے کے لطف کو دوبالا کرنے کا باعث بنتا تھا۔

مرحوم کی شگفتہ مزاجی کے حوالہ سے ایک واقعہ سنانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ۱۹۸۷۔۱۹۸۸ کے سیشن میں ہم نے طے کیا کہ حافظ صاحب مرحوم کے لیکچرز کی آڈیو ریکارڈنگ کا اہتمام کیا جائے تاکہ پاکستان کے دوسرے شہروں میں قائم قرآن Academies میں بھی اُن سے استفادہ کیا جا سکے۔ پیش نظر یہ بھی تھا کہ دیگر مدرسین حضرات ان Cassettes سے رہنمائی حاصل کر کے ترجمہ قرآن کی تدریس کا کام بہتر طریقے سے کرنے کے قابل ہو سکیں۔ حافظ صاحب مرحوم کو جب یہ بتایا گیا کہ ہم مکمل ترجمہ قرآن ریکارڈ کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس طرح تو مجھے بہت محتاط ہونا پڑے گا اور میرے لطیفے بھی ریکارڈ ہو جائیں گے۔ اتنے محتاط اور سنجیدہ انداز میں پڑھانا تو میرے لیے مشکل ہوگا۔ لیکن حافظ صاحب کو ہم نے دلائل سے قائل کر ہی لیا کہ اس طرح قواعد گرامر کے اجرا کے ساتھ ترجمہ قرآن ریکارڈ ہونے سے اس کی افادیت کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے گا۔ ترجمہ قرآن کے لیکچرز کی ریکارڈنگ کے دوران شروع کے دو چار دن تو حافظ صاحب مرحوم نے ضبط کیا لیکن پھر یہ کہہ کر حسب سابق لطیفوں کا آزادانہ استعمال شروع کر دیا کہ "اب یہ لطیفے بھی ساتھ ہی ریکارڈ ہوتے ہیں تو ہو جائیں میں تو ایسے مصنوعی ماحول میں نہیں پڑھا سکتا۔"

حافظ صاحب مرحوم کے ترجمہ قرآن پر مشتمل لیکچرز ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹے کے ۱۸۹ آڈیو کیسٹوں میں بمشکل سما سکے ہیں۔ شائقین کی دلچسپی کیلئے آج یہاں سٹال پر اُن کے Display کا اہتمام کیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ کیسٹ طالبانِ علم قرآن کے لیے ایک اہم کلید اور نعمتِ عظمیٰ کا درجہ رکھتے ہیں۔ مرکزی انجمن

Marfat.com

خدام القرآن اور قرآن اکیڈمی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے اس وقیع علمی اثاثے کو محفوظ رکھنے کا سامان کیا۔

حافظ صاحب مرحوم کے قرآن حکیم کے ساتھ عشق اور والہانہ تعلق خاطر کا سب سے بڑا مظہر ۱۹۸۹ء کے ماہ رمضان میں قرآن اکیڈمی میں دورۂ ترجمہ قرآن کی تکمیل ہے۔ مجھے اس جملے کی وضاحت کے لیے اس واقعہ کا پس منظر قدرے وضاحت سے بیان کرنا ہوگا۔ ۱۹۸۴ء کے ماہ رمضان میں والد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے جو خود بھی بحمداللہ دور حاضر میں قرآن کی خادمین اور عاشقین میں نمایاں مقام کے حامل ہیں، نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کی ایک درخشاں روایت کا آغاز کیا۔ تراویح کی ہر چار رکعات سے قبل اُن میں پڑھے جانے والی آیات کا مکمل ترجمہ اور مختصر تشریح کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس طرح روزانہ ایک پارے بلکہ سوا پارے کا بیان گرمیوں کی مختصر راتوں میں سحری کے وقت تک جاری رہتا۔ ۸۵ء میں بھی محترم والد صاحب نے پورا رمضان اسی شان سے بسر کیا اور ماہ رمضان کی اندر اندر ترجمہ قران کا دورۂ مکمل کیا۔ اس پروگرام کی افادیت اور شرکاء کے ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے اسے قرآن اکیڈمی کی مستقل روایت کا درجہ دے دیا گیا۔ ۸۶ء میں محترم والد صاحب نے کراچی میں دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام بنایا تو یہ مسئلہ ایک بہت بڑے سوالیہ نشان کی صورت میں سامنے آیا کہ اب قرآن اکیڈمی لاہور میں ماہ رمضان میں دورۂ قرآن کون کرائے گا؟ محترم ڈاکٹر صاحب کی نگاہ انتخاب حافظ صاحب مرحوم پر پڑی۔ حافظ صاحب سے جیسے ہی اس معاملے کا ذکر ہوا انہوں نے بلا تامل آمادگی ظاہر کر دی اور ۶۶ سال کی عمر میں جوانوں جیسی ہمت اورفرزانوں جیسے ذوق و شوق کے ساتھ پورے ایک ماہ پر محیط اس نہایت مشقت طلب ذمہ داری کو

Marfat.com

نہایت عمدگی سے نبھایا اور تشنگانِ علم قرآن کو سیراب کیا۔ اس کے بعد غالباً ۱۹۸۳ء میں دوبارہ یہی صورت پیش آئی۔ محترم والد صاحب اُس ماہ رمضان میں پاکستان سے باہر تھے۔ چنانچہ حافظ احمد یار مرحوم کو دوبارہ زحمت دی گئی۔ لیکن ان دنوں حافظ صاحب مرحوم ایک انتہائی تکلیف دہ عارضہ میں مبتلا تھے۔ اُن پر شدید نوعیت کے Ulsarial Couitus کا حملہ ہوا تھا۔ بڑی آنت کی اس سوزش کے باعث انہیں ۲۴ گھنٹوں کے دوران بلا مبالغہ بیسیوں بار باتھ روم جانے کی حاجت ہوتی تھی۔ مرض کے طول پکڑ جانے کے باعث ضعف اور نقاہت طاری رہتی تھی۔ دورۂ ترجمہ قرآن جیسی بھاری اور حساس ذمہ داری کا کیا سوال، میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسے حالات میں کوئی شخص ہلکی سے ہلکی اور خفیف سے خفیف ذمہ داری قبول کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن آفرین ہے اُس عاشقِ قرآن پر اُس انتہائی تکلیف دہ اور پریشان کن عارضہ کے ساتھ پورے ماہ رمضان پر محیط اس انتہائی کٹھن پروگرام کو اس خوش اسلوبی سے نبھایا کہ عام لوگوں کو اس بات کا احساس تک نہ ہوا کہ مرحوم کسی بھی اعتبار سے علالت کا شکار ہیں۔ ہاں قریبی لوگ جو اُن کی اس تکلیف دہ اور اذیت ناک صورت حال سے آگاہ تھے، حافظ صاحب مرحوم کے اس جذبہ بے اختیار شوق کو دیکھ کر حیران اور ششدر تھے کہ جس نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا تھا۔ ہم نے اس وقت اعجاز قرآنی کا یہ مظہر بھی دیکھا کہ اگرچہ عام حالات میں حافظ صاحب کو اوسطاً ہر دس منٹ کے بعد لازماً باتھ روم جانے کی حاجت ہوتی لیکن ہر چار رکعت تراویح سے قبل ترجمہ قرآن کرتے ہوئے ہر چار رکعت تراویح سے قبل ان کا بیان ۳۵ چالیس منٹ پر محیط ہوتا اور جتنا عرصہ اُن کا بیان جاری رہتا انہیں حاجت نہ ہوتی لیکن بیان کے مکمل ہوتے ہی انہیں اضطراری طور پر باتھ روم جانا پڑتا۔

Marfat.com

حضرات محترم! اس غیر معمولی تکلیف کے ساتھ مسلسل تیس دن روزانہ پانچ پانچ گھنٹے پر محیط پروگرام کو نبھانا ایک معجزے سے کم نہ تھا۔ یہ معجزہ بلاشبہ ان کے والہانہ شوق اور عشق قرآنی کا مرہون منت تھا۔ یہ بات دعوے کے ساتھ کہنے کی تو نہیں، لیکن میں کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ مجھے اللہ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ قرآن حکیم کے ساتھ والہانہ تعلق کا یہ ایک واقعہ بھی ان کی نجات کے لئے کافی ہوگا اور اُن کا شمار ان خوش نصیبوں میں ہوگا کہ جن کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالی صاحب قرآن سے فرمائے گا کہ قران پڑھتا جا۔ جتنی دیر وہ قرآن پڑھتا رہے گا اس کے درجات بلند ہوتے رہیں گے اور اس کا مقام و مرتبہ اس کی تلاوت کی ہوئی آخری آیت پر متعین ہوگا۔

مجھے اس امر کا شدت کے ساتھ احساس ہے کہ میری یہ تحریر "لذیز بود حکایت درازتر گفتم" کے مصداق طول پکڑتی جارہی ہے تاہم یہاں خدمت قرآنی کے ضمن میں حافظ صاحب مرحوم کی ایک اور بلند پایہ علمی کاوش کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فہم قرآن کو عام کرنے اور عربی گرامر کے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قرآن حکیم کے الفاظ و آیات کے مفہوم کو اخذ کرنے کی صلاحیت کو پروان چڑھانے کی خاطر حافظ صاحب مرحوم نے لغات و اعراب قرآن کے نام سے ایک نہایت مفید علمی خدمت کا آغاز کیا تھا جو مرکزی انجمن خدام القرآن کے ماہانہ جریدے حکمت قرآن میں سالہا سال تک قسط وار شائع ہوتا رہا۔ حافظ صاحب مرحوم کی قریبی حلقہ احباب میں شامل افراد سے یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ حافظ صاحب مرحوم نے ابتداء خدمتِ قرآنی کی خاطر اپنی جولانی طبع کے لئے جس میدان کا انتخاب کیا تھا وہ تھا "رسم قرآنی اور علامات ضبط" حفاظت متن قرآن کے اعتبار سے بلاشبہ یہ موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے لیکن یہ ایک Specialised field ہے جس میں ہاتھ ڈالنے کے لئے بے پناہ فنی مہارت ہی

Marfat.com

نہیں وسعت مطالعہ اور وسعتِ نظر بھی درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ کام خواص کا نہیں بلکہ اخص الخواص کے کرنے کا ہے۔ الحمدللہ کہ حافظ صاحب اس کام کے لئے درکار عام ضروری اوصاف اور فنی مہارت سے پورے طور پر متصف بلکہ اگر میں کہوں کہ اس موضوع پر انہیں ایک اتھارٹی کا درجہ حاصل تھا۔ اور اس پہلو سے عالم اسلام کے اُن نامور سکالرز میں ان کا شمار ہوتا تھا جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں تو غلط نہ ہوگا، گویا اس اعتبار سے وہ لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ایک تھے۔ ان کی فنی مہارت کا یہ عالم تھا کہ رسم قرآنی کے اعتبار سے وہ عالم عرب میں شائع ہونے والے ان قرآنی نسخوں میں بھی رسم الخط کی اغلاط کی نشاندہی کرتے تھے جو مصر اور سعودی عرب کی حکومتوں نے بڑے ادعا کے ساتھ اور باہتمام خاص شائع کئے ہیں۔ ان کے خصوصی ذوق وشوق کی بدولت اس موضوع پر ان کے پاس کثیر علمی مواد جمع ہوگیا تھا جس میں اس موضوع پر ایسی نادر تصانیف بھی شامل تھیں کہ جس کے حصول کے بارے میں کوئی ہم جیسا عامی شخص سوچ بھی نہیں سکتا، چنانچہ اس سارے مواد اور علمی اثاثے کو سمیٹ کر اردو زبان میں کتابی صورت میں مرتب اور مدون کرنا محال ہوگیا۔ علاماتِ ضبط اور رسم قرآنی پر ان کے متعدد بلند پایہ علمی مقالات تو پاکستان کے چوٹی کے جرائد میں شائع ہوئے لیکن اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب مرتب کرنے کا خواب شرمندہ تکمیل نہ ہو سکا--- اس خواب کے شرمندہ تکمیل نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ آخری عمر میں یعنی ۱۹۸۹ سے انہوں نے "لغات و اعراب قران" کی تسوید کے کام کا آغاز کر دیا تھا۔ اس کام کی ضرورت و اہمیت کا احساس انہیں قرآن اکیڈمی میں عربی زبان اور ترجمہ قرآن کی تدریس کے دوران ہوا۔ اس اہم کام کی جانب انہیں راغب کرنے میں راقم کی کوششوں کو بھی دخل حاصل ہے۔ بہرکیف یہ اردو زبان میں اپنی نہج کا منفرد اور اچھوتا کام ہے کہ جس میں قرآن کے ہر ہر لفظ کو جسے عربی میں حکم کہتے ہیں، چار انداز سے زیر بحث لایا گیا ہے۔

Marfat.com

i) لغت ii) اعراب iii) رسم الخط اور iv) علامات ضبط۔ حافظ صاحب مرحوم کے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ کا یہ نتیجہ تھا کہ یہ کام غیر معمولی طور پر وسعت اختیار کر گیا۔ یہ کام ابھی ابتدائی مراحل ہی میں تھا کہ اللہ کی طرف سے ان کا بلاوا آ گیا اور وہ اپنی حیات میں اس کام کو سورۃ البقرہ کے ۱۳ویں رکوع سے آگے نہ بڑھا سکے، لیکن اس کام کی وسعت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کے ابتدائی ۱۳ رکوعوں کی لغوی و اعرابی بحث پر مشتمل یہ عظیم کام ماہنامہ حکمت قرآن، میں ۹۳ اقساط میں مکمل ہوا، جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ۱۶۰۰ بنتی ہے۔ میں یہاں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ لغات و اعراب قرآن کے نام سے جس عظیم علمی کام کا بیڑا حافظ صاحب مرحوم نے اٹھایا تھا اُس کام کو آگے بڑھا کر منزل مقصود تک پہنچانے والا کوئی باہمت تاحال سامنے نہیں آ سکا۔ حالانکہ حافظ صاحب مرحوم نے اس عظیم کام کے حوالے سے ۱۶۰۰ صفحات مرتب فرما کر گویا اس کام کے خطوط اور نشانات راہ کی نشاندہی وضاحت کے ساتھ فرما دی تھی کہ اب اس کام کو انہی خطوط پر آگے بڑھانا اتنا دشوار نہیں رہا۔ لغات و اعراب قرآن کے اس نامکمل کام کو آگے بڑھانے کے حوالے سے غالب کا یہ شعر بار بار میرے ذہن میں گونجتا ہے:

کون ہوتا ہے حریف مئے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

رسم قرآنی اور علامات ضبط کا ذکر چھڑا ہے تو قرآن حکیم کے حوالے سے حافظ صاحب مرحوم کے ایک اور شوق کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا۔ حافظ صاحب مرحوم کو قرآن حکیم کے مختلف اور متنوع نسخے حاصل کرنے کا بھی جنون کی حد تک شوق تھا۔ قرآن مجید کا ہر وہ نسخہ جو کتابت، طباعت، رسم کے اعتبار سے

Marfat.com

کوئی امتیازی خصوصیت کا حامل ہو اُسے ہر قیمت پر حاصل کرنا اور اپنی لائبریری کی زینت بنانا ان کے نزدیک واجب سے کم نہ تھا۔ ان کی لائبریری اس اعتبار سے ایک قرآ نک میوزیم قرار دی جاسکتی ہے کہ تاج کمپنی اور انجمن حمایت اسلام کے شائع شدہ قرآن حکیم کے خصوصی قدیمی ایڈیشنز سے لے کر سعودی عرب، مصر، مراکش اور افریقہ و یورپ کے بے شمار ممالک کے شائع کردہ قرآن ان کی لائبریری کا حصہ ہیں۔

بعض کے رسم الخط ایسے عجیب و غریب اور ہمارے لئے اس درجے نامانوس ہیں کہ ان کو پڑھتے ہوئے دانتوں پسینہ آتا ہے۔ بعض قرآنی نسخے ایسے بھی ہیں کہ جن میں اختلاف قراء ات کا لحاظ کرتے ہوئے عام معروف روایت یعنی روایت حفص عن عاصم سے ہٹ کر کسی دوسری روایت کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ چنانچہ دوری اور ورش کی روایت کے مطابق کتابت شدہ بعض نادر افریقی نسخے بھی ان کی لائبریری کی زینت ہیں۔ اسی طرح حافظ صاحب مرحوم کو عالم اسلام کے چوٹی کے قراء کی قراء ت کے ریکارڈ جمع کرنے کا بھی بے پناہ شوق تھا۔ قاری عبدالباسط، شیخ محمد خلیل الحصری اور شیخ صدیق شناوی کے علاوہ بعض دیگر نسبتاً غیر معروف قراء کے تلاوت کے ریکارڈ بھی ان کی لائبریری میں شامل ہیں۔ حافظ صاحب مرحوم کا شوق محض Collection تک محدود نہ تھا بلکہ وہ بڑے اہتمام کے ساتھ تلاوت کے ان ریکارڈرز کو سنتے اور خود بھی باقاعدہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ وہ رمضان المبارک کے دوران بالخصوص اور روزانہ کی تلاوت میں بالعموم اس امر کا اہتمام کرتے کہ اپنی لائبریری میں موجود قرآن حکیم کے ہر نسخے کو باری باری اس ترتیب سے پڑھا جائے کہ کوئی بھی قرآن کا نسخہ ایسا نہ رہ جائے کہ جس سے انہوں نے تلاوت قرانی میں

Marfat.com

استفادہ نہ کیا ہو۔ گویا وہ قرآن کے ہر نسخے کا یہ حق سمجھتے تھے کہ اس کی فرداً فرداً تلاوت کی جائے۔ میں حیران ہوں کہ حافظ صاحب مرحوم کے قرآن حکیم کے ساتھ والہانہ تعلق کے بیان کا حق بھی میں تاحال کسی درجے میں بھی ادا نہیں کر پایا۔ اور مجھے تو ابھی ان کی شخصیت کے بہت سے ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالنی تھی جو بحیثیت انسان ان کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت اور ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ وقت کی تنگی کے پیش نظر اس موضوع سے متعلق تفصیلات کو آئندہ کسی نشست کے لئے ادھار رکھتے ہوئے میں صرف چند جملوں میں ان کی شخصیت کے ان نمایاں خدوخال کا ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا۔ جن کی طرف اشارہ میں نے اپنی گفتگو کے آغاز میں اجمالاً کیا تھا۔

حافظ صاحب مرحوم اگرچہ اپنے علم و فضل کے اعتبار سے پاکستان کے چوٹی کے چند افراد میں شمار کئے جانے کے لائق تھے لیکن وہ مزاجاً شہرت اور نام و نمود سے دور بھاگنے والے انسان تھے۔ تکبر اور غرور کا کوئی شائبہ میں ان کی شخصیت میں تلاش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ انتہائی سادہ مزاج کے حامل اور حقیقی معنوں میں ایک درویش صفت انسان تھے۔ وہ ایک علم دوست انسان اور عالم باعمل تھے۔ قرآن سے تعلق کی بدولت انہیں اللہ کی ذات پر گہرا یقین حاصل تھا اور اسی پر وہ توکل اور بھروسہ کرتے تھے۔ علم و فضل میں ممتاز مقام حاصل کرنے کے باوجود انکا رویہ آخری عمر تک طالبعلمانہ رہا اور یہی ان کی علمی ترقی اور عروج کا اصل راز تھا۔ وہ ایک انتہائی خوددار اور وضع دار انسان تھے۔ وہ نہایت خلیق، ملنسار، اور مہمان نواز تو تھے ہی ایک انتہائی شفیق باپ بھی تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اپنی بیٹیوں کی پرورش اور تربیت کے ضمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اُن کے پیش نظر تھا کہ جس میں اس شخص کیلئے خصوصی بشارت دی گئی ہے جو اپنی

Marfat.com

بیٹیوں کو پرورش اور تربیت پر خصوصی توجہ دے۔

ان اوصاف حمیدہ میں سے ہر ایک کے بارے میں تفصیلات درج کرنے کے لیے میرا قلم مچل رہا ہے۔ لیکن میں سردست اسے روک کر علامہ اقبال کے اس شعر میں اپنی گفتگو کا اختتام کرتا ہوں جو اس عاشق قرآن کی شخصیت کے اوصاف و محاسن کا نہایت عمدگی اور جامعیت کے ساتھ احاطہ کرتا ہے:

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ مرحوم کے قرآن کیساتھ اس والہانہ تعلق اور ان کی خدمت قرآنی کو شرف قبول عطا فرماتے ہوئے ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ انہیں اپنے جوار رحمت میں اس طرح سے جگہ عطا فرمائے کہ قیامت تک ان کے درجات بلند سے بلند تر ہوتے چلے جائیں اور ہمیں بھی اس جذبہ بے اختیار شوق کا کوئی حصہ عطا فرما دے جو مرحوم کی ہر ہر ادا سے جھلکتا نظر آتا تھا۔ آمین یارب العالمین۔

---

Marfat.com

# ابی الحبیب والمحترم پروفیسر حافظ احمد یار مرحوم

ڈاکٹر نضرۃ النعیم☆

ارشاد ربانی ہے "فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَان" اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے ان میں سب سے بڑی نعمت والدین ہیں کیونکہ خالق و مالک کے بعد والدین ہی ہیں جو بچے کی ہر ضرورت پوری کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بچپن میں ہر بچے کا آئیڈیل اسکے ماں باپ ہی ہوتے ہیں پھر جوں جوں بچہ عاقل وبالغ ہوتا چلا جاتا ہے اس کے آئیڈیل بدلتے رہتے ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی جوان اولاد کو ہی نہیں بلکہ ہزاروں لوگوں کو متاثر کرتے ہیں اور سب ان کی بات کو معتبر جانتے ہیں انہی میں سے ایک میرے والد محترم پروفیسر حافظ احمد یار بھی تھے۔ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہ وارفَعْ درجتَہٗ فی المَھْدِیّین۔ آمین۔

پروفیسر حافظ احمد یار ۵ فروری ۱۹۲۰ء کو جھنگ کے مضافاتی گاؤں ''حبیب'' میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والدین کے دو تین بچے وفات پاچکے تھے۔ سو آپ کی پرورش بڑے لاڈ پیار اور دعاؤں کے ساتھ ہوئی۔ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو ایک بیٹی اور چار بیٹوں سے نوازا مگر آپ سب سے بڑے ہونے کی وجہ سے ہمیشہ زیادہ لاڈلے رہے۔ آپ کے والد نے آپ کو خود قرآن مجید باقاعدہ تجوید اور قراءت کے ساتھ پڑھایا۔ آپ کی والدہ نے آپ کو سکول داخل کروایا۔ اگرچہ ان دنوں دیہاتی ماحول میں

---

☆ صاحبزادی حافظ صاحبؒ

Marfat.com

تعلیم زیادہ عام نہیں تھی مگر آپ کی والدہ کی شدید خواہش تھی کہ آپ علم حاصل کریں۔ اس راستہ میں بڑی مشکلات پیش آئیں۔ یہاں تک ہوا کہ آپ کی والدہ کے پاس فیس کے پیسے نہیں تھے۔ مگر اس عظیم علم دوست ماں نے اپنی چاندی کی چوڑیاں استاد کو بھجوا دیں کہ جب پیسے ہوں گے ہم فیس ادا کر کے چوڑیاں واپس لے لیں گے۔ استاد بھی عظیم تھے انہوں نے فیس اپنی جیب سے ادا کر دی اور چوڑیاں آپ کی والدہ کو واپس بھجوا دیں۔ یہ عظیم جذبہ تھا جو ماں سے بیٹے میں منتقل ہوا اور علم کی لگن بیٹے کی نس نس میں سما گئی۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہے جہاں سے بچے کو ایک سمت ملتی ہے جو ساری زندگی اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

آپ کو علم سے محبت کے ساتھ ساتھ ذہانت بھی اپنی والدہ سے ورثہ میں ملی تھی وہ انتہائی ذہین عورت تھیں وہ اگرچہ قرآن پاک کی حافظہ تو نہیں تھیں مگر اکثر سورتیں انھیں زبانی یاد تھیں اور وہ فجر کی نماز کے بعد گھر کے کام کرتے کرتے سورۃ یٰسین پڑھتی رہتی تھیں۔ یہی ذہانت پروفیسر حافظ احمد یار کا نمایاں وصف تھا۔ آپ بہت چھوٹے تھے جب مشکل تقاریر کا رٹا لگا کر سٹیج پر مقابلہ میں اول انعام حاصل کر لیتے تھے۔ آپ خود بتایا کرتے تھے کہ اس تقریر میں اکثر الفاظ کے معانی بھی مجھے معلوم نہیں ہوتے تھے مگر جیسے استاد صاحب یاد کرواتے تھے میں سٹیج پر بغیر کوئی غلطی کئے دہرا دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ سکول میں نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں میں کافی نمایاں تھے۔ آپ نے ۱۹۳۵ء میں ایم، بی مڈل سکول جھنگ سے ورنیکلر امتحان پاس کیا اور ۱۹۳۷ء میں ایم، بی ہائی سکول جھنگ سے میٹرک کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ بیروزگاری کا زمانہ تھا نوکری نہ مل سکی آپ مختلف اوقات میں مختلف کام کرتے رہے۔ جن میں زراعت، حکمت

Marfat.com

اور دکانداری شامل ہیں مگر یہ سب کام آپ کے مزاج کو راس نہیں آئے سو گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جونیئر سکول ٹیچرز ٹریننگ کورس میں داخلہ لے لیا وہاں آپ کے سب ہم جماعت مڈل پاس تھے۔ کورس بھی آپ کے لئے زیادہ مشکل نہ تھا آپ نے قرآن پاک حفظ کرنے کا ارادہ کیا اور اللہ کی خاص کرم نوازی تھی کہ آپ نے ۹ ماہ کی قلیل مدت میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۳ سال تھی قرآن پاک کی برکت سے آپ نے ٹیچرز ٹریننگ کورس میں بھی اول پوزیشن حال کی اور دین و دنیا دونوں میں سرخرو ہوئے۔

ٹیچرز ٹریننگ کے بعد آپ نے اپنے آبائی شہر جھنگ سے ہی سکول ٹیچر کی حیثیت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ مطالعہ کے شوقین تھے، سکول لائبریری کی تمام کتب آپ کی نظر سے گزر چکی تھیں۔ اسی دوران ۱۹۴۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل فارسی کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۵۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ہی B.A کا امتحان پاس کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے محمدی شریف میں جناب مولانا محمد ذاکر صاحب سے عربی گرائمر کی تعلیم بھی چار ماہ کے قلیل عرصے میں مکمل کی ۹ ماہ میں قرآن پاک حفظ کرنا اور چار ماہ میں عربی گرائمر پر عبور حاصل کرنا آپ کی بے مثال ذہانت کے ثبوت ہیں۔

پروفیسر حافظ احمد یار نے جس سال میٹرک کا امتحان پاس کیا اس سے اگلے سال ۱۹۳۸ء میں آپ کے والدین نے آپ کو رشتہ ازدواج میں باندھ دیا کیونکہ ان کے خیال میں آپ اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکے تھے اور یہ سچ تھا کہ اس زمانے میں پورے گاؤں میں کوئی میٹرک پاس لڑکا نہ تھا اور وہ چاہتے تھے کہ آپ اب نوکری کر کے اپنی خانگی ذمہ داریاں ادا کریں۔ مگر انجانے میں جو علم کی

Marfat.com

محبت کا بیج وہ آپ کے دل میں بو چکے تھے وہ اب تناور درخت بن چکا تھا۔ اور شاید کاتب تقدیر بھی آپ کے لئے علم کے سمندر کی غوطہ زنی رقم کر چکا تھا۔ اسی لئے تو جب آپ نے حکمت کی تعلیم حاصل کر کے بطور حکیم اپنا کیریئر بنانا چاہا تو ہوا یہ کہ جس مریض کو آپ مفت دوائی دیتے وہ تو ٹھیک ہو جاتا مگر جس مریض کو قیمتاً دوائی دیتے اس کو شفا حاصل نہ ہوتی۔ آپ کہتے تھے کہ کچھ عرصہ میں ہی میں سمجھ گیا کہ حکمت میں میری روزی نہیں لکھی گئی۔ کمانے کے لئے کوئی اور کام کرنا پڑے گا۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ نے اپنا ساری تعلیمی کیریئر بڑے طویل وقفوں سے مکمل کیا یعنی آپ کو ہماری طرح ساز گار مواقع نہیں ملے کہ سکول سے کالج اور کالج سے یونیورسٹی اور پھر لیکچرار کی حیثیت سے سیٹل ہو گئے بلکہ آپ کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا تھا اور آپ نے بڑی ثابت قدمی اور حوصلہ سے اپنا مقام خود بنایا۔ نہ صرف اپنا مقام بنایا بلکہ اپنے پیچھے آنے والے بھائیوں اور پھر اگلی نسل کے لئے بھی ایک مثال قائم کی۔

اس ساری جدوجہد میں جتنا کریڈٹ آپ کو ملتا ہے اتنا ہی آپ کی زوجہ محترمہ عالم خاتون کو بھی ملنا چاہئے جنھوں نے اس ساری جدوجہد میں بہت ساری ذمہ داریاں خود سنبھالیں اور آپ کو تعلیم کے لئے نہ صرف وقت دیا بلکہ مالی طور پر بھی خود سختیاں برداشت کیں لیکن آپ کے تعلیمی اخراجات پورے ہوتے رہے اسی دوران ۱۹۴۶ء میں آپ ایک بیٹے سے بھی نوازے گئے آپ نے اپنے پہلے بچے کا نام نعم العبد رکھا۔ آپ کا بیٹا بھی آپ ہی کی طرح ذہین نکلا۔ آپ بتاتے تھے کہ نعم العبد بہت چھوٹا تھا یعنی دو یا تین سال کا بچہ تھا تو میں رات کے کھانے کے بعد اسے اپنے سینے پر لٹا لیتا تھا اور اسے نماز سناتا تھا کچھ

Marfat.com

عرصہ بعد وہ میرے ساتھ نماز دہرانے لگا اور نتیجہ یہ نکلا کہ چار سال کی عمر میں بچے کو پوری نماز ازبر تھی۔ یہاں میں دو باتیں کہنا چاہوں گی اول یہ کہ ماں باپ لاشعوری طور پر اپنے جذبات بچوں میں منتقل کرتے ہیں جیسا کہ آپ کی والدہ نے علم کی محبت آپ میں منتقل کی اور اس کے لئے کوئی مصنوعی طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ اپنے بیٹے کی تعلیم کو تمام چیزوں پر فوقیت دیتی ہیں حتی کہ اپنے زیور کو بھی قربان کر سکتی ہیں اگرچہ زیور عورت کی کمزوری ہے۔ بالکل اسی طرح آپ نے اپنے بیٹے کے دل میں علم کی شمع لاڈ ہی لاڈ میں روشن کر دی۔ دوم یہ کہ ماں باپ بچے کی جو بنیاد بناتے ہیں زمانے کے نشیب و فراز اس میں کمی و بیشی تو کر سکتے ہیں اس کو محو نہیں کر سکتے۔

۱۹۵۱ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسرے بیٹے سے نوازا آپ نے اس کا نام ذوالقرنین رکھا۔ ان دونوں بیٹوں کے درمیان آپ کی ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی مگر وہ پانچ سال کی عمر میں وفات پا گئی۔ آپ اس کی وفات پر بہت دکھی تھے۔

جس زمانے میں آپ ان تمام مراحل سے گزر رہے تھے پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ایم۔ اے اسلامیات کی کلاسز کا اجراء ہوا۔ اخبار میں اشتہار دیکھ کر آپ لاہور چلے آئے اور ۱۹۵۴ء میں ایم۔ اے اسلامیات اول پوزیشن سے پاس کیا گولڈ میڈل حاصل کیا اور اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں اسلامیات کے استاد کی حیثیت سے اپنے فرائض سر انجام دینے لگے۔ کوئی عام آدمی ہوتا تو اس مقام کو نقطہ عروج قرار دے کر ٹھہر جاتا مگر آپ کا مسئلہ دوسرا تھا۔ بقول شاعر۔

میں بتاؤں فرق ناصح جو ہے تجھ میں اور مجھ میں
میری زندگی تلاطم تری زندگی کنارا

Marfat.com

آپ کی زندگی میں بہت سے مقامات آئے جنہیں کنارا قرار دے کر آپ ٹھہر سکتے تھے۔ اسی حیثیت سے زندگی تمام کر سکتے تھے۔ مگر آگے بڑھنا مزید آگے بڑھنا آپ کی عادت بن چکی تھی۔ اسی سلسلے کی کڑی تھی کہ ۱۹۵۷ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے عربی کا امتحان بھی اول پوزیشن سے پاس کر کے گولڈ میڈل کے حقدار ٹھہرے۔ اب آپ کی زندگی کو دیکھا جائے تو بظاہر اس میں کوئی کمی نظر نہیں آتی تھی۔ تعاون کرنے والی بیوی تھی دو خوبصورت و ذہین بیٹے تھے جو آپ کی خواہش کے عین مطابق تعلیمی میدان میں بڑے اچھے جا رہے تھے۔ آپ بنیادی طور پر ایک استاد تھے اب ایک استاد کے ہی فرائض سر انجام دے رہے تھے لہذا مطمئن تھے مگر آپ کو اپنی وہ بیٹی نہیں بھولتی تھی جو فوت ہوگئی تھی۔ آپ کہتے تھے کہ اللہ نے مجھے وہ رحمت عطا کر کے واپس لے لی کہیں وہ مجھ سے ناراض تو نہیں ہوگیا۔ آپ اور آپ کی زوجہ محترمہ دن رات اللہ سے بیٹی کی خواہش رکھتے تھے اور دعائیں مانگتے تھے۔ اللہ نے آپ کی خواہش یوں پوری کی کہ آپ کو ایک یا دو نہیں بلکہ چار بیٹیاں عطا کیں۔ آپ نے اس عطا پر ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کیا اور بیٹوں کی طرح بیٹیوں کی تعلیم اور تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ آپ بچوں کی تعلیم اور تربیت کے دوران ایک سخت گیر باپ ثابت ہوئے۔ دراصل آپ کی شخصیت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ پرفیکشن سے کم پر راضی نہیں ہوتے تھے آپ نہ صرف اپنے معاملات میں پرفیکشن کے قائل تھے اپنی اولاد میں بھی کوئی کجی یا کمی برداشت نہیں کر سکتے تھے لیکن جب آپ کے بچے تعلیم و تربیت کے مرحلے سے گزر کر عملی زندگی میں داخل ہوگئے تو پھر آپ سے زیادہ شفیق اور محبت کرنے والا باپ شاید ہی کوئی دوسرا ہوگا۔

۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۴ء تک پروفیسر حافظ احمد یار اسلامیہ کالج سول لائنز

Marfat.com

لاہور سے وابستہ رہے۔ ۱۹۶۴ء میں آپ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ علوم اسلامیہ سے منسلک ہوگئے۔ یہ وہ دور تھا جب کتابوں کی دکانیں کھنگالنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا اور نادر و نایاب کتب اپنے ذخیرہ کتب میں شامل کرنا آپ کی عادت بن چکا تھا۔ اسلامیہ کالج میں پڑھانے کے دوران آپ نے قرآن پاک کے مختلف نسخوں کی ایک نمائش کا اہتمام بھی کیا تھا جسے عوام الناس نے بہت پسند کیا تھا۔ اس زمانے سے آپ کو قرآن پاک کے مختلف ممالک میں طبع شدہ نسخے جمع کرنے کا شوق بھی اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ اب آپ کی ذاتی لائبریری میں سیرت، تاریخ، عربی ادب اور تفسیر، کے ساتھ ساتھ ہر موضوع پر کتابیں موجود تھیں۔ ان موضوعات میں Space Science اور Medical Science بھی شامل ہیں آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ آپ اگر تفسیر اور تقابل ادیان کے ماہر استاد تھے تو عربی رسائل کے ساتھ ساتھ National Geographic Magazine کے بھی مستقل قاری تھے۔ آپ کی ذاتی لائبریری میں ان تمام رسائل کی پوری فائل موجود ہے۔

قرآن پاک کے نسخے جمع کرنے کے ساتھ آپ کو قرآن پاک کی مختلف قراءات سے بھی خاص لگاؤ تھا اس سلسلے میں مختلف قراءات میں مختلف قاریوں کی آواز میں ریکارڈ کیسٹس کا ایک بڑا ذخیرہ آپ کے پاس موجود تھا۔

آپ کو نہ صرف کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا بلکہ آپ کو مقامات سیرت سے خاص لگاؤ تھا جب آپ فریضہ حج کے لئے سعودیہ تشریف لے گئے تو وہاں بڑی کوشش سے تمام متعلقہ مقامات سیرت کو تلاش کرتے اور ان کی زیارت سے روحانی سکون حاصل کرتے۔ یہ آپ کی نہ صرف تاریخ بلکہ جغرافیہ سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

Marfat.com

۱۹۸۰ء میں آپ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ریٹائر ہوگئے۔ اب پھر آپ کو فیصلہ کرنا تھا کہ آپ کس ادارہ سے منسلک ہوتے ہیں۔ اپنی نوجوانی میں آپ نے پیر سید مبارک علی شاہ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ جس حد تک ممکن ہو سکا قرآن پاک کی خدمت کروں گا۔ آپ کی عملی زندگی میں خدمت قرآن اور محبت قرآن کے بہت سے مظاہر نظر آتے ہیں آپ نے قرآن پاک جوانی میں خود شوق سے حفظ کیااور پھر ہر سال رمضان میں تراویح میں پورا قرآن سناتے اور کبھی کسی رمضان میں قرآن سنانے میں ناغہ نہیں کیا۔ قرآنی علوم حاصل کرنے میں ہمیشہ سرگرمی دکھائی۔ اپنے تمام بچوں کو خود قرآن پڑھایا تاکہ وہ تجوید اور قراءت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کر سکیں آپ نے ''دستور حیاء''، ''دین و ادب'' اور ''تفہیم آیات'' کے نام سے کتابیں بھی تحریر کیں جو کہ قرآن پاک کی مختلف سورتوں کی تفسیر پر مشتمل ہیں۔

ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے ''انجمن خدام القرآن، لاہور'' کے نام سے متاثر ہو کر اس کی رکنیت حاصل کی اور تا حیات اس سے منسلک رہے۔ کیونکہ شاید آپ کی زندگی کا مقصد ہی ''خادم قرآن'' ہونا تھا اور اس سے بڑھ کر کوئی مقام آپ کی نگاہ میں نہ تھا۔ قرآن اور قرآنی تعلیمات آپ کے لہو میں شامل تھیں اس کی ایک معمولی مثال یہ ہے کہ آپ اپنے معاملات میں اللہ اور قرآن سے رہنمائی لیتے تھے اور جب بھی کوئی فیصلہ کرتے تو آپ کے لبوں سے دھیرے سے نکلتا "إِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰه إِنَّ اللّٰه يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ"۔

آپ کی زندگی میں قرآن کس حد تک شامل تھا۔ اس کا اندازہ آپ اسی بات سے لگا سکتے ہیں کہ وہ اپنے دنیاوی معاملات بھی قرآنی آیات پر مکمل کرتے تھے۔ اسی بات کو آپ کے قریبی دوست یوں بیان کرتے ہیں کہ

Marfat.com

پروفیسر حافظ احمد یار کی تو قرآن سے یاری تھی وہ تو قرآن کی تلاوت یوں کرتے تھے جیسے اللہ سے باتیں کررہے ہوں۔ سبحان اللہ یہ مقام آپ کو عشق قرآن سے حاصل ہوا تھا۔

اپنے زمانے طالب علمی میں آپ نے اپنے ایم۔ اے اسلامیات کے ایک پیپر کے طور پر جو مقالہ تحریر کیا تھا اس کا عنوان ''یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ'' تھا۔ قرآن پاک میں وراثت کے موضوع پر بہت ساری آیات میں انتہائی تفصیل سے بتایا گیا ہے۔ کیونکہ وراثت ایک ایسا مشکل موضوع ہے جس پر اکثر بہت غلط فہیماں پائی جاتی ہیں اور وراثت کی غلط تقسیم گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ اس لحاظ سے آپ کے مقالہ کا عنوان انتہائی نازک، تحقیق طلب اور مشکل تھا مگر بفضلہٖ تعالیٰ آپ نے ایسا مستند مقالہ تحریر کیا جو تیس سال بعد بغیر کسی تبدیلی کے من وعن ادارہ علوم اسلامیہ نے شائع کیا ہے یہ آپ کی عالمانہ عظمت اور تحقیق پسند طبیعت کی عکاسی کرتا ہے۔

۱۹۸۸ء میں بارہویں قومی سیرت کانفرنس میں آپ کے تحریر شدہ مقالہ کو اول انعام ملا اور آپ کو قومی سطح کے بہترین مقالہ نگار کے اعزاز سے نوازا گیا آپ کی عظمت کی اعتراف میں آپ کو گولڈ میدل کے ساتھ ساتھ =/۲۵۰۰ مالیت کے پرائز بانڈ عطا کئے گئے اور سرکاری خرچ پر آپ کو عمرہ کے لئے بھجوایا گیا۔

آپ کئی سال تک لاہور میں واقع باغ جناح میں مسجد دارالسلام میں جمعہ کے خطبہ کے فرائض بھی ادا کرتے رہے۔

انجمن خدام القرآن سے وابستگی کے دوران آپ کو نہ صرف عربی گرائمر اور قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پڑھانے کا موقع ملا بلکہ آپ نے مختلف موضوعات پر مضامین بھی تحریر کئے۔ آپ نے اپنے تمام علم کا نچوڑ ''لغات و

Marfat.com

اعراب القرآن'' کی صورت میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کی اس تالیف کو ماہنامہ ''حکمت قرآن'' نے اقساط میں چھاپنا شروع کیا۔ اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب پہلے موجود نہیں ہے آپ کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ آپ اس کام کو مکمل کر سکیں مگر کاتب تقدیر کو یہ منظور نہ تھا۔ آپ اپنی یہ کتاب اور خواہش ادھوری چھوڑ کر ۱۵ مئی ۱۹۹۷ء کو راہی ملک عدم ہوئے۔

إنّا للّٰه وَ إنّا إليه راجعون۔

اللہ تعالیٰ نے مرحوم پروفیسر حافظ احمد یار کو ایک مکمل زندگی عطا کی تھی۔ آپ کی زندگی بڑے بھرپور انداز میں بسر ہوئی تھی۔ ماں باپ کی محبت، بہن بھائیوں کا پیار رفیقہ حیات کا تعاون آپ کو حاصل تھا۔ اولاد کی نعمت سے مالا مال تھے۔ آپ کی خواہش کے مطابق سب بچوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ایک بیٹا ڈاکٹر بنا تو دوسرے نے پاک آرمی جوائن کرلی اور کرنل کے عہدہ تک جا پہنچا سب بچوں کی شادیاں آپ نے خود کیں اور سب بچوں کو صاحب اولاد بھی دیکھا۔ یہ سب اللہ کی نعمتیں تھیں اور سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ آپ ہمیشہ ہر معاملے میں سرخرو ہوئے۔ اللہ سے دعا ہے کہ جسطرح اللہ نے آپ کو دنیا میں سرخرو کیا آخرت میں بھی آپ کو سرخرو فرمائے اور حشر کے دن آپ نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں لئے ایک عاشق قرآن اور خادم قرآن کی حیثیت سے اپنے رب کے حضور حاضر ہوں اور ہم سب جو آپ کے پسماندگان میں شامل ہیں ہمیں اس راستہ پر چلنے کی توفیق عطا ہو جو صادقین اور مومنین کا راستہ ہے۔ ہمارے والد کی شدید خواہش تھی کہ ان کی اولاد اسی سیدھے راستے پر چلے۔ اللہ سے کیا بعید ہے کہ جس نے آپ کی زندگی میں آپ کی تمام خواہشات پوری کیں اب آپ کے بعد آپ کی یہ آرزو بھی پوری کرے اور آپ کی اولاد کو نیک اعمال کی توفیق دے کر آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنا دے اور آپ کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے۔ (آمین)

---

Marfat.com

# حافظ صاحبؒ — پیکر خلوص و سادگی

جمیلہ شوکت☆

حافظ صاحبؒ کے ساتھ تعلق کی بنیاد ریسرچ پروجیکٹ بنا جو تفسیر سے متعلق تھا۔ اگرچہ استفادہ کے مواقع تو حسب خواہش میسر نہ آئے لیکن تحقیقی منصوبے کے بنیادی خط و خال کے بارے میں ان سے متعدد بار مشورہ ہوا اور انھوں نے اپنے زریں مشوروں سے نوازا۔ان ہی کی ہدایت کے مطابق مواد کے حصول کے لیے مختلف عرب ممالک کے علماء حضرات کو خطوط لکھے اور یوں حافظ صاحب سے ربط و تعلق میں اضافہ ہوتا گیا ۔ میرے تحقیقی کام کی رفتار بہت سست تھی نہایت اخلاص سے مشورہ دیا کہ ایک سال کی چھٹی لیکر کام مکمل کرو۔ان ہی کے تعاون سے چھٹی منظور ہوئی۔لیکن ایک ماہ بعد ہی محسوس ہوا کہ چھٹی لینے کے باوجود کام آگے نہیں بڑھ رہا ہے جس کا اہم سبب جدید عربی تفاسیر کی عدم دستیابی اور عرب ممالک کے اہل علم کی بے نیازی تھی۔ واقف حال جانتے ہیں کہ اپنے ملک کی لائبریریوں میں اگر نئی کتب آ بھی جائیں تو اس وقت تک اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہوتے ہیں۔چند کتب فروش دینی کتب باہر سے منگاتے ہیں اور وہ بھی معدودے چند نسخے۔ سو اگر کبھی کسی چکر میں کوئی کتاب حاصل ہو جائے تو وہ بہت بڑی نعمت ہوتی ہے ۔ بات ہو رہی تھی چھٹی کی سو جب اس کا کوئی فائدہ نظر نہ آیا تو کینسل کرائی اور شعبہ کی ذمہ داریوں کی طرف پلٹ آئی۔

---

☆ ڈین کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، پنجاب یونیورسٹی۔

Marfat.com

حافظ صاحبؒ وقتاً فوقتاً مودت و اخلاص کے ساتھ کام مکمل کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے اور کتب کے حصول کے لیے اپنی سی کوشش بھی جاری رکھتے۔

اسی اثنا میں ملک سے باہر پی ایچ ڈی کرنے کے لیے حکومت پاکستان کی طرف سے وظیفہ ملنے کی اطلاع ملی۔ میرے لیے ملک سے باہر جانے کا فیصلہ ایک مشکل مرحلہ تھا۔اس موقعہ پر حافظ نے باہر جانے کے لیے مجھے آمادہ کیا اور واضح الفاظ میں فرمایا کہ بی بی تم یہاں اس ماحول اور موجود معاشرتی ذمہ داریوں کے ساتھ یہ کام نہیں کر پاؤ گی سو اللہ کا نام لیکر باہر چلی جاؤ۔ لہذا ان کے مخلصانہ مشورہ کے نتیجے میں انگلستان کا سفر اختیار کیا۔ جاتے وقت قواعد تحقیق سے متعلق ایک کتاب بطور ہدیہ عنایت فرمائی۔قارئین یہ وہ کتاب تھی جو قبلہ حافظ صاحب بطور انچارج لائبریری' شعبہ اسلامیات کی لائبریری کے لیے خرید کر لائے تھے۔برطانیہ کی چھپی ہوئی تھی سو نسبتاً مہنگی تھی۔اس وقت کے چیئرمین صاحب نے لائبریری کے لیے لینے سے لیت ولعل سے کام لیا تو حافظ صاحب نے فوراً اس کی قیمت اپنی جیب سے ادا کی اور اپنی لائبریری کی زینت بنالی۔

کیمبرج سے حافظ صاحب کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ حافظ صاحب نے ہمیشہ شفقت فرمائی اور خطوط کے جواب دیے۔ ایک عید کے موقعہ پر حافظ صاحب نے خلاف عادت عید کارڈ روانہ کیا جس پر مسلم مسجد کی تصویر تھی۔ انہوں نے لکھا تم اپنا کام مکمل کر کے ان شاء اللہ واپس آؤ گی تو اس مسجد میں نفل ادا کرینگے۔جب اللہ کے خصوصی کرم اور بزرگوں کی دعاؤں سے وہاں کام مکمل کر کے آئی تو حافظ صاحب قبلہ نے مسرت کا اظہار کیا اگر میں یہ کہوں کہ اگر حافظ صاحب کا مشورہ اور مسلسل حوصلہ افزائی نہ ہوتی تو میں

Marfat.com

پی۔ایچ۔ڈی نہ کر پاتی ۔

علمی مسائل و معاشرتی معاملات میں مشورہ کے لیے ہمیشہ حافظ صاحب کے پاس جا کر تشفی ہوتی ۔ان کے اہل خانہ سے بھی روابط استوار ہوئے جو وقت کے ساتھ مضبوط ہوتے گئے۔ مرحومہ باجی صاحبہ اور بچیاں نہایت محبت سے پیش آتیں۔ حافظ صاحب ہمیشہ آگے بڑھکر شفقت سے سر پر ہاتھ رکھتے اور پھر مختلف معاملات پر گفتگو ہوتی رہتی۔

استاذ مکرم جناب ڈاکٹر بشیر صدیقی کے ریٹائرمنٹ لینے کے بعد ایم۔اے پارٹ دوم کو تقابل ادیان پڑھانے کے لیے کسی موزوں آدمی کا ملنا ناممکن لگ رہا تھا ۔ خیال آیا کہ کیوں نہ حافظ صاحب محترم سے درخواست کی جائے شاید وہ راضی ہو جائیں ۔ حافظ صاحب نے ان دنوں اپنی خدمات انجمن خدام القرآن کے سپرد کی ہوئی تھیں ۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مدعا بیان کیا تو فرمانے لگے کہ بی بی میں انجمن کا ملازم ہوں اور صبح کے اوقات میں کسی اور جگہ کام نہیں کر سکتا ۔ بات اپنی جگہ اصولی اور صائب تھی لیکن آج کون ان اصولوں کی پرواہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کے درجات بلند فرمائے وہ نہایت دیانتدار اور اصول پرست انسان تھے۔ سوچا کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے پاس جا کر اجازت کے لیے درخواست کی جائے۔ جناب ڈاکٹر اسرار احمد جنہوں نے اپنی زندگی خدمت قرآن کے لیے وقف کر رکھی ہے، کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مسئلہ سامنے رکھا۔ انھوں نے بڑی شفقت فرمائی اور میری درخواست کو قبول کرلیا۔ لیکن حافظ سے کہا گیا کہ وہ شعبہ علوم اسلامیہ سے کسی قسم کا اعزازیہ نہ لیں میں نے بھر پور کوشش کی کہ وہ اعزازیہ قبول فرمائیں لیکن ان کی قناعت پسند طبیعت اور امانت و دیانت نے ایسا کرنے پر آمادہ نہ کیا۔

Marfat.com

واقف حال جانتے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں استاد سفید پوش ہوتا ہے بالخصوص وہ استاد جو حلال و حرام کے پیمانوں سے صرف واقف ہی نہیں بلکہ عملاً اپنی زندگی میں ان کو نافذ بھی کرتا ہو۔ اور پھر وہ استاد جو علوم اسلامیہ و شرقیہ کی تدریس کر رہا ہو جس کے لیے ٹیوشن کا حصول یا کسی اور طرح کی جزوقتی ملازمت بھی ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے ۔ حافظ صاحب کی تنخواہ کا بیشتر حصہ کتابوں کی خرید پر خرچ ہونے کی وجہ سے یہ سفید پوشی کچھ زیادہ ہی تھی ۔آفرین ہے مرحوم پر اور ان کے اہل خانہ پر کہ ہمیشہ قناعت کی زندگی کو اختیار کیااور پھر بھی آسودہ حال رہے ۔ یہ آسودگی کیوں نہ ہوتی کہ رزق حلال پر اکتفا کیا اور رب کریم کی اس نعمت کے عطا پر ہمیشہ اس کے شکر گزار رہے۔

حافظ صاحبؒ صدق و صفا کا پیکر تھے اور امانت و دیانت میں اسلاف کا نمونہ۔ ساری عمر قرآن کے سائے میں زندگی بسر کی ۔ اللہ کریم نے اس عاشق قرآن کو اپنے کلام مبین کا جو فہم اور دین میں جو ادراک عطا فرمایا اس کا مثیل ملنا مشکل ہے۔

رہن سہن نہایت سادہ 'تکلف اور نام و نمود سے بہت دور،چنی واچار وغیرہ سے روٹی کھا لینا اور بازار سے کاندھوں پر بھینس کے لیے چارہ لے آنا کبھی شان کے خلاف نہ سمجھا بلکہ وہ اس بات کا برملا اظہار بھی فرمایا کرتے۔

حافظ صاحب ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مستند محقق بھی تھے۔علمی موضوعات پر گفتگو ہو یا تحقیق مضمون کی تحریر کا مسئلہ حافظ صاحبؒ دلائل کے ساتھ بات کرتے اور اگر کسی نکتہ کی صحت کے بارے میں شک ہوتا تو جب تک یہ ابہام دور نہ ہو جاتا آگے نہ بڑھتے۔حافظ صاحب کثیر المطالعہ عالم تھے۔ان کی لائبریری اس بات کی گواہ ہے جہاں انہوں نے نہ صرف اپنے

Marfat.com

پسندیدہ موضوعات پر بیش قیمت کتب جمع کیں وہاں عصری علوم سے متعلق بھی کتابیں خریدیں اور ان کا مطالعہ کیا ۔انکی تالیفات دین و ادب' دستور حیاء' اور دیگر علمی و تحقیقی مضامین اس کا بین ثبوت ہیں۔

حافظ صاحب کو کتاب سے محبت تھی وہ یہ کتب اپنے اہل خانہ کی بہت سی جائز ضرورتوں کو قربان کر کے خریدا کرتے تھے تاکہ بوقت تحقیق متعلقہ کتب ان کی ذاتی لائبریری میں موجود ہوں اور اپنے مزاج و طبعیت کے مطابق جس وقت پسند کریں کام کرسکیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ مانگنے والوں کو کتب عاریتاً دینے سے احتراز کرنے کے بنیادی وجہ یہی تھی ۔ ایسا بھی ہوتا کہ بعض وقت کتاب مانگنے والے کو صاف انکار کر دیتے ۔ ایک موقعہ پر مجھے محمد حسین الذہبی کی التفسیر و المفسرون کی ضرورت پڑی۔یہ کتاب بازار سے نہ مل سکی ہمت کر کے حافظ صاحب سے عاریتاً مانگی تو انھوں نے ایک قہقہ لگا کر دینے سے احتراز کیا اگرچہ چند دن بعد ہی اس کتاب کا مکمل سیٹ ( تین جلدیں ) بکمال مہربانی و شفقت عطا فرمایا۔میرے پاس ان کا عطا کردہ یہ عظیم تحفہ آج بھی محفوظ ہے۔

قرض کا لین دین بھی ہوا حافظ صاحب شرعی اصول کے مطابق اسے قید کتابت میں لاتے اور وقت مقررہ پر ادائیگی بھی ہوتی۔اس مادہ پرست اور نفسانفسی کے دور میں حافظ صاحب کی شخصیت اور انکی زندگی اعلی اسلامی اقدار کی حامل تھی۔ ان کی اہلیہ اور بچیاں امانت و دیانت اور سادگی کے معاملات میں ان کا بھر پور ساتھ دیتیں۔ اللہ کریم حافظ صاحب کو درجات عالیہ سے نوازے اور ان کی اولاد کو ان کیلیے صدقہ جاریہ بنائے ( آمین )

Marfat.com

# تاثرات

Marfat.com

# تاثرات

## مولانا عبدالغفار حسن صاحب کا تعزیتی خط☆

### محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے نام

مکرمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اُمید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا، عزیزان مع اہم بخیر و عافیت ہوں گے!

کل ۲۷/ مئی کو ''ندائے خلافت'' مورخہ ۲۸/ مئی موصول ہوا، اس میں محترم حافظ احمد یار صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر پڑھ کر انتہائی افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

محترم مرحوم سے پرانے روابط تھے۔ ۵۶۔۱۹۵۵ء میں میری رہائش فتحیہ کوارٹرز رحمان پورہ میں تھی، محترم حافظ صاحب بھی میرے قریب ایک کوارٹر میں رہائش پذیر تھے۔ بہت ہی خوش مزاج، بااخلاق، ملنسار اور علمی ذوق سے بھرپور تھے۔ قرآنی رسم الخط اور اعراب سے خاص شغف تھا، جیسا کہ ماہنامہ حکمت قرآن میں شائع شدہ ان کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے۔

قرآن مجید سے گہرے تعلق کی بناء پر انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام بھی قرآن سے اخذ کئے تھے۔ ایک بیٹے کا نام ''ذوالقرنین'' اور دوسرے بیٹے کا نام ''نعم العبد'' رکھا تھا۔ ان کی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ شاید ہی پورا ہو

---

☆ ممبر (سابق) اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان.

Marfat.com

سکے۔ وما ذلك علی اللّٰہ بعزیز! ان کے پسماندگان کے ساتھ ساتھ ادارۂ ''حکمت قرآن'' کے رفقاء بھی تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

محترم مرحوم کی عمر غالباً ۸۰ سال سے متجاوز ہوگی؟ پرانے ساتھی رفتہ رفتہ دار البقاء کو سدھار رہے ہیں۔ اپنی باری بھی قریب ہی معلوم ہوتی ہے۔ "مِنۡهُم مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا" (سورۂ احزاب) معلوم ہوا ہے کہ مولانا اصلاحی صاحب بھی شدید علیل ہیں۔ اللّٰھم اشفِه!

ام صہیب حسن اور والدۂ ذوالقرنین میں بہت زیادہ گہرے روابط تھے۔ ہو سکے تو مرحوم کے عزیزان کو میری طرف سے تعزیتی پیغام پہنچا دیں یا ان کے پتہ سے مطلع کیا جائے۔ غالباً اچھرہ میں سلطان احمد روڈ مکان نمبر ۱۷ میں ان کی رہائش تھی ان کا اپنا ذاتی مکان ہے۔ آج سے ۱۵ سال قبل ملاقات کے لئے ان کے مکان پر حاضری دی تھی بہت ہی محبت و اخلاص سے ملے تھے۔ اللّٰھم اغفرلهٗ وارحمهٗ وارفع درجته فی المدیّین۔ آمین۔ والسلام

## چوہدری صفدر علی ☆

میری حافظ صاحب سے شناسائی شعبہ علوم اسلامیہ میں ایک کلاس فیلو کی حیثیت سے ہوئی۔ کلاس روم میں سب سے آگے ایک ساتھ بیٹھنے کے عمل نے

☆ سابق صدر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد

Marfat.com

مزید قربتیں پیدا کر دیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ قربتیں ایک گہری دوستی میں بدل گئیں جو حافظ صاحب کی وفات تک قائم و دائم رہی۔ حافظ صاحب نے اپنے تعلیمی دورانیہ میں کبھی کسی استاد کو شکایت کا موقع نہ دیا۔ حافظ صاحب ایک انتہائی ذہین طالب علم تھے اور اساتذہ کی آنکھوں کا تارا تھے۔ جب بھی کوئی مشکل سوال ہوتا اس کے جواب کیلئے اساتذہ کا رخ حافظ صاحب کی طرف ہوتا۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی مایہ ناز استاد جب انسائیکلوپیڈیا پر لیکچر دیتے تو آخر میں میری طرف اور حافظ صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرماتے "Have you any thing to ask?" حافظ صاحب استاد کے سامنے بچہ بن کر علم سیکھتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابھی وہ ایم اے کے متعلم تھے کہ انہوں نے ہمیں پڑھانا اور گائیڈ کرنا شروع کر دیا۔ ایم اے علوم اسلامیہ میں میرے مقالہ کا عنوان ''اسلام میں سزائے موت'' "Capital punishment in Islam" تھا۔ میرے Internal Supervisor علامہ علاؤ الدین صدیقی جبکہ External Examiner امتیاز صاحب تھے جو بعد میں لاء کالج کے پرنسپل بنے۔ اتفاقاً امتیاز صاحب جو ان دنوں پی ایچ ڈی کر رہے تھے، کا موضوع بھی میرے مقالہ کے موضوع سے مماثلت رکھتا تھا لہذا میں نے نہ صرف علامہ صاحب سے بلکہ امتیاز احمد صاحب سے بھی مقالہ کی تحریر سے قبل اپنے موضوع پر تبادلہ خیال کیا۔ کئی نکات پر میرا دونوں سے اختلاف تھا۔ چنانچہ اس کے پیش نظر میں نے مقالہ پر تحقیقی کام چھوڑ دیا کہ اگلے سال پیپرز دے دوں گا۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی نے ایک دفعہ حافظ احمد یار سے برسبیل تذکرہ میرے بارے میں دریافت کیا تو حافظ صاحب نے بتایا کہ اس نے مقالہ لکھنا چھوڑ دیا ہے کیونکہ Internal اور External دونوں Differ کر رہے ہیں۔ اس پر علامہ صاحب کی تحریک پر

Marfat.com

حافظ صاحب نے میرا تحقیقی مقالہ مکمل کروایا۔ میں نے اپنے دس رجسٹروں میں زیادہ تر نثری ادب کی عبارتوں کی صورت میں تحریریں لکھی ہوئی تھیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے کہ ریسرچ کیلئے زبان اور ہوتی ہے اور ادب کیلئے اور بہرحال زبانی انٹرویو Viva میں مجھے ۱۰۰ سے ۸۶ نمبر ملے۔ یہ مقالہ کہنے کو تو میرا تھا لیکن درحقیقت اس کو مرتب کرنے والے حافظ احمد یار مرحوم ہی تھے۔ وہ ایسے محقق تھے کہ اسلام کے مزاج کے خلاف کی جانے والی کوئی بات یا ہرزہ سرائی کو فوراً تاڑ جاتے اور اس کا جواب علمی حوالوں سے ایسا دیتے کہ پڑھنے سننے والوں کی پوری تسلی ہوجاتی۔

حافظ صاحب بطور طالب علم ایک صاف ذہن لے کر علوم دین کی تحصیل کیلئے جامعہ پنجاب آئے اور وہ گروہی تعصبات اور فرقہ ورانہ جکڑ بندیوں سے آزاد تھے۔

حافظ صاحب کو قرآن پاک سے عشق تھا اور اسی کے ساتھ انہوں نے دوستی کرلی تھی۔ حافظ صاحب نے اپنے آپ کو خدمت قرآن کیلئے وقف کر رکھا تھا اور بعض اوقات گزر اوقات کیلئے انہیں قرض لینے کی بھی نوبت آجاتی۔

حافظ صاحب نے اسلامیہ کالج سول لائنز میں تدریس کے دوران مختلف نمائشوں کا اہتمام کیا۔ قرآن پاک کے نادر اور نایاب نسخوں کے بارے میں ایک نمائش کے سلسلہ میں، میں نے ملتان سے حافظ صاحب کو ملتانی زبان میں قرآن مجید کے نسخے بھیجے کیونکہ ان دنوں میں ملتان میں مقیم تھا۔

حافظ صاحب کی عظمت اور قرآنی علوم میں ان کی خدمت کے پیچھے ان کی زوجہ جو میری منہ بولی بہن تھیں کا بھی بڑا حصہ ہے۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی طرف سے لیکچرار کی سیٹ کیلئے میں نے اپلائی کیا تو حافظ صاحب نے

Marfat.com

اپنے آپ کو "withdraw" کرلیا اور مجھے سارے انٹرویو کی تیاری کروائی جس کے نتیجہ میں، میں خدا کے فضل و کرم سے واحد سیٹ پورے پنجاب میں کامیاب ٹھہرا۔ لیکن دکھ یہ ہے کہ اب ایسے علم و ہنر کے گوہر اور مخلص دوست کہاں سے لائیں۔ ڈھونڈنے بھی نکلیں تو شاید مل نہ سکیں۔

## میجر اکرم ☆

میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے بچپن سے ہی محترم تایا جان کا قرب اور پیار نصیب ہوا۔ اکثر طویل نشستیں ملیں جن میں ان کی زندگی کے حالات اور مختلف موضوعات پر ان کے خیالات سے آگہی ہوئی۔ اس صحبت کے میری طرز فکر اور طرز زندگی پر دور رس اثرات مرتب ہوئے۔

ان کی شخصیت کے درج ذیل پہلو میرے لیے ناقابل فراموش اور مشعل راہ ہیں۔

۱۔ ہمیشہ اور بے لاگ سچ

۲۔ تصنع سے پاک اور سادہ زندگی

۳۔ قرآن سے محبت اور عشق

۴۔ دینی اور سائنسی کتب کی خریداری اور مطالعہ

۵۔ تقویٰ۔

---

☆ حافظ صاحب مرحوم کے بھتیجے

Marfat.com

مسز شمیم چیمہ ☆

ارشاد ربانی ہے:

یرفع اللّٰہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما بعثت معلماً

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خود کو معلم قرار دیا بلکہ معلم کی مزید قدر افزائی اس ارشاد سے فرمائی کہ تمہارے تین باپ ہیں۔ ایک وہ جو تمہیں عرش سے فرش پر لے کر آیا۔ ایک وہ جس نے تمہیں اپنی بیٹی دی اور ایک وہ استاد جو تمہیں فرش سے عرش پر لے گیا۔ یہ استاد کی عظمت کی دلیل ہے۔ یوں تو انسان اپنی ساری زندگی سیکھنے کے عمل سے گزرتا ہے لیکن بعض اساتذہ اپنے طالب علموں کے ذہنوں پر ان مٹ نقوش چھوڑتے ہیں کیونکہ وہ معلّمی کو پیشہ نہیں عبادت سمجھتے ہیں۔ جناب حافظ احمد یار کا شمار انہیں برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی ارشادات ربانی کے مطابق درس و تدریس کے لیے وقف کر دی اور آپ اپنے پیچھے اپنے شاگردوں کا ایسا صدقہ جاریہ چھوڑا جو آپ کی روشن کردہ مشعل کی روشنی پھیلانے میں مشغول ہیں۔

آپ نے ایک طویل عرصہ تک پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ میں بطور پروفیسر درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کا انداز تدریس

---

☆ سابق صدر شعبہ اسلامیات فیڈرل گورنمنٹ کالج برائے خواتین F7/2 اسلام آباد

Marfat.com

کو دیگر اساتذہ سے ممتاز کرتا تھا۔ ۶۶۔۱۹۶۴ء کے سیشن میں، میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو حافظ صاحب قرآن کا پرچہ پڑھایا کرتے تھے۔ طلباء و طالبات کی کلاس اکٹھی ہوتی تھی لیکن درمیان میں پردہ ہوتا تھا۔ ہمارے اساتذہ درمیان میں کھڑے ہو کر لیکچر دیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب کا ایک خاص انداز یہ تھا کہ آپ دوران لیکچر بار بار اپنی عینک تبدیل کرتے رہتے۔ ایک عینک کا شیشہ سفید جبکہ دوسری کے شیشے کا رنگ نیلا تھا۔ شروع میں ان کا یہ انداز بہت عجیب لگتا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ایک دور کی عینک ہے اور دوسری قریب کی۔ آپ بڑی تیزی سے اپنی عینک تبدیل کرتے رہتے۔ آپ کا لیکچر اتنا پر مغز اور مدلل ہوتا کہ طلباء پوری خاموشی سے سننے میں محو ہوتے۔ اچانک آپ ایک زور دار قہقہے کے ساتھ کوئی چٹکلہ سناتے اور ساری کلاس کی سنجیدگی اور لیکچر کا بوجھل پن ختم ہو جاتا۔ آپ علم کا ایک بے پایاں خزانہ تھے۔ آپ کا لیکچر پورے قرآن حکیم کے علاوہ متعدد تفاسیر کے حوالوں سے بھرپور ہوتا۔

ایم اے پارٹ ون پر موشنل امتحان میں میرے قرآن کے پرچے میں نمبر بہت کم تھے۔ بمشکل پاس ہوئی تھی جبکہ باقی پرچوں میں فرسٹ ڈویژن کے نمبر تھے۔ مارک شدہ پرچے جب کلاس میں دکھائے گئے تو مجھے اپنا پرچہ دیکھ کر بہت صدمہ ہوا۔ میں فوراً اپنے پرچے سمیت حافظ صاحب کے پاس گئی اور پوچھا کہ آپ نے میرے نمبر کیسے کاٹے ہیں۔ جبکہ میں نے کتاب و سنت کے حوالے بھی دیے ہیں اور متعلقہ مسائل کی مدلل وضاحت بھی کی ہے اس پر فرمانے لگے کہ یہ تو ٹھیک ہے مگر قرآن کے حوالے میں سورت کا نام اور آیت نمبر تک لکھے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے نقل کی ہے میں حافظ قرآن ہوں لیکن آیت نمبر نہیں بتا سکتا۔ میں نے اپنی پوزیشن واضح کرنے کی بہت کوشش کی کہ ہمیں تو چند آیات

Marfat.com

یاد کرنی ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ سورت اور آیت نمبر بھی یاد کر لیتے ہیں مگر وہ اپنے فیصلوں میں اس قدر اٹل تھے کہ میری کوئی دلیل کام نہ آئی۔

وہ اپنے تمام طالب علموں کے ساتھ انتہائی شفقت سے پیش آتے۔ اگرچہ تمام طالبات ہی ان کی بیٹیاں تھیں لیکن میں نہ جانے کیوں ان کی خاص منہ بولی بیٹی تھی۔ ان کا تکیہ کلام ''مرنیے'' تھا۔ جب میں ان کے گھر جاتی تو میرا شور سن کر باہر نکلتے پدرانہ شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرتے اور خوب ہنستے اور فرماتے میں تو آواز ہی سے سمجھ گیا تھا کہ مرنی شمیم ہی ہوگی۔ آپ کے پدرانہ شفقت کے ہاتھ کا لمس آج بھی محسوس کر رہی ہوں۔

میں نے حافظ صاحب سے اپنے زمانہ طالب علمی میں کلاس روم کے علاوہ بھی بہت فیض حاصل کیا۔ ایم۔ اے اسلامیات کے بعد ہم پانچ طالبات نے ایم اے عربی میں بھی داخلہ لیا۔ اس میں گرائمر کے پرچے میں ہمیں دقت پیش آتی اور حافظ صاحب اس مشکل وقت میں بھی ہمارے کام آئے۔ ہم شام کو ان کے گھر پڑھنے کے لیے جاتے وہ اپنے سادہ لباس میں بھینس کا چارہ تیار کر رہے ہوتے۔ ہمیں دیکھتے تو بے ساختہ کہتے کہ ''چلو کڑیو ویڑے وچ پھوری تے بہہ جاؤ'' ان کے صحن میں چٹائی پڑی ہوتی۔ ان کی اس بات پر ہم ہنستے۔ آپ نے اتنی محنت سے ہمیں پڑھایا کہ بعد میں مجھے کبھی کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

میں نے اپنے پورے زمانہ تدریس میں حافظ صاحب کے ساتھ رابطہ رکھا جب کبھی لاہور آتی تو ان سے ملے بغیر کبھی واپس نہیں آئی۔ آپ نے نہ صرف میرے تعلیمی مسائل میں میری رہنمائی کی بلکہ مجھے ذاتی زندگی میں بھی جب کبھی مسائل کا سامنا ہوا تو آپ کی مشفق ہستی کو اپنی رہنمائی کے لیے موجود پایا۔

آج آپ اس دنیا میں موجود نہیں ہیں لیکن آپ کی یاد اور علمی کارنامے

Marfat.com

ہمیشہ آپ کے طالب علموں کے قلب و ذہن میں روشن رہیں گے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

## جناب ذاکر عتیق ☆

مرحوم و مغفور حافظ صاحب کی ذات گرامی خوبیوں کا گونا گوں مجموعہ تھی جس کا ہر پہلو خوف خدا اور سچائی سے مزین تھا۔ مرحوم صحیح معنوں میں ایک خادم قرآن، عاشق قرآن، عالم قرآن، عامل قرآن، اور عاشق رسول ﷺ تھے۔ آپ کا ظاہر و باطن اور معاملات ہر قسم کے قول و فعل کے تضاد سے پاک، دین کے اصول و ضوابط سے ہم آہنگ اور علم و عمل کا ایک ایسا قابل تقلید نمونہ تھے۔ جسے میں نے اور میرے اہل خانہ نے زندگی میں کامیابی کا زینہ پایا۔ توکل علی اللہ، سچائی، سادگی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو سبق ہم نے آپ کی ذات سے سیکھا اس نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی اور میری زندگی کو کامیابیوں اور خوشی سے ہمکنار کیا۔

آپ نے قرآن پاک کی تحفیظ اور بہتر ادائیگی کیلئے میری جو رہنمائی فرمائی وہ میرا سرمایہ حیات ہے۔

آپ نے اپنی اولاد خاص طور پر اپنی دختران کی جس طرح تعلیم و تربیت کی وہ میرے لیے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کیلئے مشعل راہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے ہمت دے اور میری مدد فرمائے کہ میں بھی اپنی

---

☆ حافظ صاحب مرحوم کے داماد

Marfat.com

بچیوں کی تعلیم و تربیت اسی طرح کرسکوں جیسا کہ حافظ صاحب نے میری رفیقہ حیات کی فرمائی۔

مرحوم اک درد مند دل کے مالک تھے۔ میں نے ان کو کسی کی حق تلفی کرتے کبھی نہیں پایا بلکہ لوگوں کو ان کا تذکرہ بالخیر کرتے ہوئے سنا، ہر ایک نے ان کے احسانات کا تذکرہ کیا، کسی نے کبھی ان کی برائی نہیں کی۔ مرحوم اپنے علم میں اپنی اولاد کو شریک کرتے اور ان کیلئے صحیح راہ تفویض فرماتے اور خود بھی حتی المقدور اس پر عمل پیرا ہوتے تاکہ ہمارے دلوں میں شکوک و شبہات جنم نہ لے سکیں۔ میں نے مرحوم کو ایک بہترین شوہر، بہترین باپ، بہترین بھائی اور ایک بہترین استاد کے روپ میں دیکھا اور زندگی کا ہر روپ قابل تقلید پایا۔

اللھم اغفرله وارحمه واعف عنه

پروفیسر انوار الحق ☆

حافظ صاحب سے میری سب سے پہلی ملاقات اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں ہوئی، میں وہاں طالب علم تھا اور آپ ہمیں اسلامیات آپشنل مضمون پڑھاتے تھے۔ بطور استاد ان کا یہ ابتدائی دور تھا اس کے باوجود ان کی علمی قابلیت کالج میں مسلمہ تصور کی جاتی تھی۔ آپ بڑے ہی متحمل مزاج تھے اور طلبہ کو بہت پیار اور محبت سے پڑھاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ حافظ صاحب اس زمانہ میں

---

☆ سابق چیئرمین، شعبہ لائبریری سائنس، جامعہ پنجاب۔

Marfat.com

شلوار قمیص زیب تن کرتے تھے جبکہ باقی اکثر اساتذہ مغربی لباس پہنتے تھے۔ شیروانی اور ٹوپی بھی آپ کے لباس کا خاص حصہ تھی۔

مجھے نہیں یاد کہ حافظ صاحب نے کبھی بھی اپنا پیریڈ چھوڑا ہو۔ نہ صرف یہ بلکہ کلاس میں وقت پر آنا اور وقت پر کلاس چھوڑنا بھی آپ کی خصوصیت تھی۔ اکثر کلاس میں کہتے کہ اگر کسی طالب علم کو سمجھ نہ آتی ہو تو وہ میرے پاس فارغ وقت میں آسکتا ہے اور پھر جب کوئی لڑکا ان کے پاس جاتا تو اس سے انتہائی خوش اخلاقی سے پیش آتے اور بہت ہی آسان زبان میں سمجھا کر بھیجتے۔ غریب لڑکوں کے ساتھ کچھ زیادہ ہی شفقت سے پیش آتے اور انہیں خصوصی توجہ سے نوازتے۔

جب میں تعلیم سے فارغ ہو کر پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں اسسٹنٹ لائبریرین تعینات ہوا تو حافظ صاحب بھی اکثر علم کی پیاس بجھانے کیلئے لائبریری تشریف لاتے اس وقت حافظ صاحب کی بھی پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات میں بطور استاد تقرری ہوچکی تھی، میرے چونکہ استاد تھے اس لیے آپ جب بھی لائبریری میں آتے، میں ان کو ان کی مطلوبہ کتب خود ہی شیلف سے نکال نکال کر دیتا بلکہ ضرورت پڑنے پر دوسری لائبریریوں سے بھی کتابیں لا کر دیتا۔ حافظ صاحب اتنے قابل ہونے کے باوجود جس قدر میری پذیرائی کرتے تھے اس کو بیان کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

حافظ صاحب کے خاندان سے میرا قریبی تعلق رہا ہے۔ آپ نے اپنی اولاد کی جس طرح تربیت کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کا ایک بیٹا ڈاکٹر ہے دوسرا فوج میں ہے ایک بیٹی نے پی ایچ ڈی کی ہے۔ ماشاء اللہ سب اپنے اپنی گھروں میں سیٹ ہیں۔

حافظ صاحب بہت بڑے محقق اور مفسر تھے۔ آپ نے لغات و اعراب

Marfat.com

قرآن پر جو کام کیا ہے اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

آخر میں میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

## ڈاکٹر قاری محمد طاہر ☆

حافظ صاحب سے میری پہلی ملاقات پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات میں ہوئی۔ میں نے انہیں بحیثیت انسان، بحیثیت معلم بہت بلند پایا۔ ایسے محقق تھے کہ جب تک پوری چھان بین نہ کر لیتے، ڈھونڈ نہ لیتے کبھی آگے نہ بڑھتے۔ انکا اندازِ تدریس بہت اچھا تھا جب وہ لیکچر دینے بیٹھتے تو اصل موضوع ایک طرف رہ جاتا اور نئی نئی باتیں سنا کر ہمارے نالج میں اضافہ کرتے۔

حافظ صاحب کی سب سے نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ شہرت سے دور بھاگتے تھے انھوں نے مسجد دارالسلام میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا ان کی اتنی شہرت ہوگئی کہ بہت سے لوگ ان کے پیچھے جمعہ پڑھنے لگے۔ عام آدمیوں کی نسبت علم سے تعلق رکھنے والے لوگ وہاں زیادہ جاتے تھے۔ کیونکہ حافظ صاحب کی گفتگو ان کی سمجھ سے باہر ہوتی تھی جب انھوں نے وہاں جانا چھوڑ دیا تو میں نے کسی سے پوچھا کہ وہاں تو بڑے لوگ آیا کرتے تھے تو حافظ صاحب نے یہ سلسلہ کیوں ختم کر دیا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ حافظ صاحب نے کہا ہے کہ ''اب میں وہاں نہیں جاؤں گا کہ میرے ذہن میں ایک بات آنے لگ گئی ہے کہ اب تو بڑا مقرر اور بڑا عالم ہوگیا ہے کہ ہر طرف تیری شہرت ہورہی ہے۔''

---

☆ پروفیسر، گورنمنٹ کالج دھوبی گھاٹ، فیصل آباد

Marfat.com

حافظ صاحب ایک بہترین محقق تھے آپ نے بہت سے ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالات کی نگرانی کے فرائض سرانجام دیئے اس کے علاوہ بیرونی ممالک کی بعض یونیورسٹیوں میں بھی پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے لکھے گئے مقالات میں آپ کو بیرونی ممتحن مقرر کیا جاتا تھا اور آپ کی لکھی گئی تنقید دوسرے حضرات کے لیے معیار قرار پاتی تھی۔ حافظ احمد یار مرحوم کی نگرانی میں راقم کو بھی ایم فل کے لیے مقالہ لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میرے مقالے کا عنوان ''پاکستانی معاشرے پر عائلی قوانین کے اثرات'' تھا۔ مقالے کی تیاری کے دوران بڑے ہی گرانقدر مشوروں سے نوازتے رہے۔ اس حوالے سے جب بھی ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتا نہایت خندہ پیشانی سے ملتے اور نئی معلومات، نئی کتب اور نئے ماخذ کا پتہ دیتے ہر ملاقات پر ان کے تبحر علمی اور تحقیقی کام سے پہلے سے زیادہ معترف ہو کر ہی اٹھتا۔ مقالہ کی تکمیل پر انھوں نے اپنی قلم سے تعریفی خط لکھ کر مجھے عطا فرمایا جو میرے لیے سند کا درجہ رکھتا ہے جن لوگوں کو حافظ احمد یار صاحب کے ساتھ تحقیقی کام کرنے یا ان کے قریب رہنے کا موقعہ ملا ہو وہ بخوبی جانتے ہیں کہ علمی تحقیق کے معاملے میں موصوف سخت گیر ہی نہیں بلکہ خوردہ گیر واقع ہوئے تھے اس حوالے سے معمولی سے تسامح کو بھی قبول نہ فرماتے۔ تحقیقی کام کی نگرانی بڑی سختی سے کرتے اتنی کہ آپ کے ساتھ کام کرنے والا بسا اوقات زچ ہوجاتا اور مردہ بدست زندہ کے مصداق اپنی پریشانی کا اظہار مختلف حلقوں میں کرتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ حافظ احمد یار صاحب کی یہ سختی عقاب کو اونچا اڑانے کی غرض سے ہوتی تھی ان کی طرف سے تندی باد مخالف در حقیقت تندی عمل کا محرک بنتی تھی۔

Marfat.com

جب ہم طالب علم تھے تو ایک دفعہ ہم سیر کرنے کے لیے شمالی علاقہ جات کی طرف گئے۔ حافظ صاحب کی بھی پوری فیملی (Family) ہمارے ساتھ تھی۔نعم العبد جو اس وقت ڈاکٹر ہیں انھوں نے اس وقت میٹرک کا امتحان دیا تھا۔ ذوالقرنین ابھی چھوٹے تھے حافظ صاحب کی بچیاں بھی اس وقت بہت چھوٹی تھیں۔ ایک بچی کو حافظ صاحب نے گاڑی کے برتھ پر لٹایا ہوا تھا اتفاق ایسا ہوا کہ اس نے کروٹ لی یا بریک لگی تو وہ بچی نیچے گر پڑی حافظ صاحب کہنے لگے کہ زبان نکی گئی اے، زبان نکی گئی اے اس بات سے ہم کھلکھلا کر ہنسے اور ان کی بات سے لذت محسوس کرنے لگے اور دلشاد لہجے میں، بات کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

حافظ احمد یار کے ان گنت شاگرد پاکستان کی یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں میں اسلامیات کی تدریس پر مامور ہیں جو ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں ان سے نسبت رکھنے والے تمام طلباء اور اہل علم پر لازم ہے کہ وہ حافظ صاحب کی حیات کے بارے میں قلمی طور پر خراج عقیدت پیش کریں اور ان کی تمام تحریروں کو کتابی شکل میں جمع کیا جائے تاکہ اہل علم ان سے استفادہ کرسکیں ان کے لواحقین خصوصاً نعم العبد اور ذوالقرنین سے ہماری درخواست ہوگی کہ وہ حافظ صاحب کے ذخیرہ کتب کا اکابر اہل علم کے مشورہ سے صحیح مصرف تلاش کریں تاکہ حافظ صاحب کی روح آسودہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی عمر بھر کی علمی جمع پونجی کرم ہائے کتب کی خوراک کا ذریعہ نہ بن جائے ان کے لواحقین کو اس بات سے بھی باخبر رہنا چاہیے کہ حافظ صاحب کی کتابیں کسی ایسے شکاری کے ہتھے بھی نہ چڑھ جائیں جو علم کو سیروں اور منوں میں تولتا ہے اور اس کے تول کا مول وصول کرتا ہے ایسے شکاری کرم کتابی سے بھی زیادہ خطرناک ہوا کرتے ہیں۔

Marfat.com

## ڈاکٹر حافظ محمود اختر ☆

استاد محترم پروفیسر حافظ احمد یارؒ گونا گوں خدا داد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ شعبہ علوم اسلامیہ میں داخلہ لینے کے لیے آیا تو پہلا تعارف حافظ صاحب ہی سے ہوا۔ انہوں نے انٹرویو کے دوران فرمایا کہ اسلامیات میں تو نوکری ہی نہیں ملتی۔ تم نے اِدھر آنے کا فیصلہ کیسے کرلیا! اور فرمایا کہ کبھی سال کے بعد کوئی پروفیسر ریٹائر ہوتا ہے یا فوت ہوتا ہے اور تم اگر اتنی محنت کرسکتے ہو کہ اس ایک پروفیسر کی جگہ لے لو تو پھر داخلے کا قصد کرلو۔ میں نے یونیورسٹی میں داخلے کے شوق سے کہا کہ آپ مجھے داخلہ دیں میں مقابلہ کرلوں گا۔

یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ حافظ صاحب کا لیکچر علمی اعتبار سے اس قدر قیمتی ہوتا کہ لیکچر ضائع کرنے والے کو یقین ہوتا تھا کہ یہ باتیں کتابوں سے نہیں ملیں گی اس لیے ہماری پہلی کلاس بڑی بھرپور ہوتی۔ میں سردیوں کے موسم میں اس کلاس کے لیے حاضر ہوتا اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ تیز سردی میں مجھے صبح کی اذان گکھڑ سے چل کر گوجرانوالہ ہوتی تھی۔ گویا فجر کی اذان سے کم از کم دو گھنٹے قبل بستر چھوڑنا پڑتا۔ وہ اس مقصد کے لیے کہ حافظ صاحب کی باتیں کتابوں سے نہیں ملتیں۔

ویسے تو اپنے مضمون پر انہیں خصوصی دسترس حاصل تھی لیکن خاص طور پر جن جن موضوعات پر مستشرقین، متجدین، منکرین حدیث یا کسی اور باطل گروہ نے اسلام پر اعتراض کیا ہو یا اپنی مخصوص تاویل گھڑلی ہو وہاں آپ کا اپنا ترتیب دیا ہوا استدلال، علم، اور اعتماد کا شاہکار ہوتا تھا۔ مثلاً تعدد ازدواج، مرد و عورت کی

---

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

Marfat.com

مساوات کا مغربی تصور، منکرین حدیث کا موقف، یتیم پوتے کی وراثت کے حامیوں، مغرب زدہ مرعوب نوجوانوں کا اندازہ فکر، شراب کو حلال قرار دینے والوں کا نقطہ نگاہ، ایسے موضوعات تھے جن پر آپ بڑے اعتماد کے ساتھ اپنے طالب علموں کو مطمئن فرماتے۔ یہ اعتماد بہت کم لوگوں میں دیکھا گیا ہے۔

☆ میں نے دیکھا کہ آپ کو اسلام کے ہر پہلو پر اعتماد سے بات کرنے کی صلاحیت حاصل تھی۔ اکثر دیکھا کہ بڑا غیر معروف سا موضوع سامنے آیا اور اچانک کسی مجلس میں اس پر بات چل نکلی لیکن یوں لگتا تھا کہ شاید آج آپ اس موضوع کی تیاری کرکے آئے ہیں۔ یہ گفتگو محض ابتدائی باتوں تک محدود نہ ہوتی بلکہ اس موضوع کے ایسے ایسے پیچیدہ بلکہ غیر معروف مسائل بیان فرماتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک حقیقی عالم کی خصوصیات کا یہ پہلو بھی آپ میں موجود تھا کہ اگر کسی پہلو پر کوئی سوال کرتا اور آپ کو اس بارے میں کچھ یاد نہ ہوتا یا پڑھا نہ ہوتا تو اس میں کبھی بھی پس و پیش نہیں کیا اور صاف کہہ دیا کہ میں نے اس بارے میں کچھ نہیں پڑھایا مجھے کچھ یاد نہیں۔

☆ آپ کو اللہ نے بڑا عمدہ جمالیاتی ذوق بھی دیا تھا۔ خوبصورت قلم، اور کسی کتاب کا خوبصورت ایڈیشن آپ کی نگاہ سے چھپ نہیں سکتا تھا۔ اگر کسی کتاب کے بارے میں پتہ چلتا تو کسی نہ کسی طرح تعلق والے کے ذریعے یہ کتاب جلد از جلد حاصل کرتے۔

☆ کتاب کے ساتھ شوق کا یہ عالم تھا کہ حج پر گئے ہیں یا بھارت گئے ہیں آپ کی نگاہیں تحائف کی بجائے نایاب کتابوں پر ہوتی تھیں اور بے شک اُدھار ہی کیوں نہ کرنا پڑے، نایاب کتاب کو چھوڑتے نہ تھے۔

Marfat.com

☆ استاذِ محترم چونکہ محقق تھے، اس لیے وہ کوئی ایسی تحریر یا کسی کا بیان گوارانہ کرتے جو ان کی تحقیق کے برعکس ہوتی۔ اس میں آپ نے کبھی بھی مصلحت کے تحت خاموشی اختیار نہیں کی اور غلط تحریر یا بیان کی فوراً تردید کرتے بلکہ بعض اوقات تو کھلے لفظوں میں مذمت کر دیتے اور غلط نقطہ نگاہ کی کمزور بنیادوں کی نشاندہی بھی فرما دیتے۔

☆ حافظ صاحب کے اسلوبِ تدریس کا یہ نمایاں پہلو ہے کہ آپ کی کوشش یہ ہوتی کہ موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اِسلامی حکم کی پوری حکمتیں بیان کرتے اور اسلامی اسرار و حکم کو خوب کھول کر بیان کرتے۔ مثلاً شراب کی حرمت، اسلامی حدود و تعزیرات کی حکمتیں، تعدد ازدواج کے اسرار، حرمتِ نکاح کے اسلامی احکام کی حکمتیں۔ اس انداز تدریس کے نتیجے میں طلبہ کی اسلام کے ساتھ شعوری وابستگی بھی پیدا ہوتی۔

☆ آپ کی کتابوں کا مجموعہ ہو یا کی تحقیق کا میدان، ہر جگہ اچھوتا پن دکھائی دیتا ہے۔ نایاب کتابوں کے انبار آپ کی لائبریری کی زینت ہیں۔ تحقیق میں ایسے موضوعات آپ کے من پسند شعبے تھے جن میں قدم رکھنے سے پہلے ہر کوئی کانپ جاتا ہے جس کی ایک مثال حکمتِ قرآن میں آپ کی تفسیر ہے کہ آپ کے بعد کسی نے ابھی تک اس کام کو آگے چلانے کی حامی نہیں بھری۔ قرآن مجید کی خطاطی، رسم الخط، اس کی تاریخ اس کے لہجوں اور دیگر بہت سے شعبوں میں اتنے شوق کے ساتھ تحقیق کی کہ بہت سارے پیچیدہ گوشے اہل علم کی راہنمائی کرتے ہیں۔

غرض استاذِ محترم کے تحقیقی اسلوب اور ذوق علمی پر کچھ لکھنا اتنا آسان کام نہیں۔

Marfat.com

میرا مشاہدہ ہے کہ آپ کے پاس اگر کوئی علم کا پیاسا آجاتا تو پھر سیراب ہوئے بغیر گیا نہیں بلکہ اس کی توقعات سے کہیں زیادہ اسے راہنمائی ملی۔ ہر کسی نے ان کے ساتھ تعلق کو اپنے لیے فخر سمجھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جن باتوں پر میں فخر کرسکتا ہوں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ میرا حافظ صاحب سے قریبی تعلق رہا۔ انہوں نے میری تربیت کی۔ مطالعے میں وسعت پیدا کرنے کی ہمیشہ نصیحت فرماتے اور لاعلمی کی ہمیشہ حوصلہ شکنی فرماتے۔

## حافظ احمد یار مرحوم و مغفور —— بحیثیت استاد☆

جب ۱۶/ مئی ۱۹۹۷ء کو اچانک حافظ صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو اپنے غم کی کیفیت کے اظہار میں، میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ ''آج ہم یتیم ہوگئے ہیں'' اور واقعتاً میرے احساسات یہی تھے۔ آخر کیوں نہ ہوتے وہ میرے باپ ہی تو تھے۔ وہ میرے استاد تھے اور حضورؐ کے فرمان کے مطابق سب سے افضل والدین اساتذہ ہی ہیں۔ یہ میری انتہائی خوش نصیبی تھی کہ مجھے ان سے فیض اُٹھانے کا موقع ملا۔ الحمد للہ کہ میں نے حافظ صاحب سے خوب فیض حاصل کیا اور اس پر بھی اللہ کا شکر ہے کہ جو علم حافظ صاحب سے حاصل کیا تھا اسے اپنی صلاحیتوں کے مطابق آگے پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ (وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم —— وجزاہ اللّٰہ عنا احسن الجزاء)

استاذ مکرم ایک جامع الصفات شخصیت کے حامل تھے، دینی علوم کے

---

☆ حافظ محمد ابراہیم شیخ

Marfat.com

ساتھ ساتھ دنیاوی علوم کا ایک بیش بہا خزانہ رکھتے تھے۔ انہیں اگر عربی زبان، قرآن کریم، حدیث و فقہ پر خوب دسترس حاصل تھی تو وہ تاریخ اور جغرافیہ کا بھی خوب علم رکھتے تھے جس کا ایک مظہر ان کی بیٹی کا "اما کن السیرہ" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا وہ مقالہ بھی ہے جو حافظ صاحب کی رہنمائی میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ قرآن مجید کے رسم و ضبط کو اردو زبان میں متعارف کرانے کی سعادت بھی ان کے حصے میں آئی ہے۔ ان کی عظیم الشان ذاتی لائبریری میں ہر طرح کی کتابیں موجود ہیں۔ اکثر وہ مختلف کتب حاصل کرنے کی تاریخ بھی بیان کیا کرتے تھے۔ وہاں پر کتابوں کے ساتھ ساتھ دنیا بھر سے جمع کئے گئے قرآن مجید کے طرح طرح کے نادر نسخے اور تلاوت کے کیسٹس بھی موجود ہیں۔

محترم حافظ صاحب کی کچھ باتیں مجھے بہت زیادہ پسند تھیں۔ میں آج خاص طور پر ان کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ مثلاً ایک تو ان کی کلاس میں کبھی اکتاہٹ طاری نہیں ہوتی تھی۔ ان کی کلاس ان کی محفل کی طرح شرکاء کے لئے دلچسپی کا بھرپور سامان لئے ہوتی تھی۔ وہ ایک باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ دوسرے ان کی ہمیشہ خواہش اور کوشش ہوتی تھی کہ اپنا Maximum علم اپنے طلبہ کو منتقل کر دیں۔ وہ اکثر ایسے Tips دیتے رہتے تھے کہ سیکھنے والا ان سے بہت کچھ سیکھ جاتا تھا۔ میرے خیال میں استاد کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے علم کے ذخیرے کو ممکنہ حد تک اپنے طلبہ کو منتقل کر دے، اور حافظ صاحب اس صلاحیت سے خوب مالا مال تھے۔ تیسرے یہ کہ وہ ایک مضمون پڑھاتے پڑھاتے باتوں باتوں میں بہت سی مزید معلومات دے دیا کرتے تھے۔ جیسے ایک مرتبہ انہوں نے ترجمہ قرآن کے پیریڈ میں ہمیں تاج محل کی سیر کرائی

Marfat.com

تھی۔ چوتھے یہ کہ باتوں ہی باتوں میں اور چلتے چلتے وہ ایسے جملے کہہ جاتے تھے جو موعظت اور نصیحت سے بھرپور ہوتے تھے، بس شرط یہ تھی کہ آدمی متوجہ ہو۔ پانچویں یہ کہ ان کی اپنے کام سے لگن قابل دید اور قابل رشک تھی۔ جب وہ پڑھانے بیٹھتے تو تین تین پیریڈز کے گزرنے کا پتہ نہ چلتا، نہ ہی حافظ صاحب کے پڑھانے کی ٹون (Tone) میں کوئی فرق آتا اور نہ ہی حافظ صاحب اپنے بیٹھنے کے انداز کو بدلتے۔ اور جب ہم کہتے کہ سر وقت ختم ہوگیا ہے بلکہ دس منٹ زیادہ ہوگئے ہیں تو جواب ملتا کہ اچھا! آج تو وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ اسی طرح اگر وہ کچھ لکھنے بیٹھ جاتے تو بس اذان کی آواز ہی اس میں وقفہ کراتی۔ اکثر ہم دیکھتے کہ زیادہ دیر تک بیٹھنے سے ان کے پاؤں سوج جاتے تھے۔

الغرض صفحے سیاہ ہو جائیں گے لیکن استاد محترم کی خوبیاں اور باتیں ختم نہ ہو پائیں گی۔ مختصراً میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگرچہ میں نے بہت اچھے اچھے اساتذہ سے اکتساب علم کیا ہے لیکن حافظ صاحب ہر لحاظ سے ان میں بہترین استاد تھے اور وہ میرے پسندیدہ ترین استاد تھے اور ان شاء اللہ رہیں گے۔ اگرچہ وہ اس دنیا میں نہیں رہے، لیکن ان کی یادیں تو باقی ہیں، وہ میرا سرمایہ ہیں، ان کا لب و لہجہ میری نگاہوں میں ہے۔ میں جب چاہوں تخیل کی آنکھ سے حافظ صاحب کی کلاس میں پہنچ سکتا ہوں۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ خاص طور پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی کتاب ''لغات و اعراب قرآن'' کی تکمیل کے اسباب غیب سے مہیا فرمائے۔ اس سلسلے میں اگر مجھ ناچیز کو اللہ تعالیٰ کسی درجے میں قبول کرلیں تو میرے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی۔

Marfat.com

## مسز نزہت الزہراء فضل☆

حافظ احمد یار صاحب شریف النفس اور ہمدرد انسان تھے۔ انسانیت کی صفات سے اعلیٰ درجہ متصف تھے بحیثیت معلم ہر دلعزیز، مشفق اور مہربان تھے۔ شاگرد اور عقیدت مند ان سے بہت زیادہ اپنائیت محسوس کرتے تھے۔ بلا جھجک استاد محترم کے پاس علمی مباحث پر اظہار خیال کرتے۔ لڑکیوں کے ساتھ باوجود عمر رسیدہ ہونے کے شرعی حدود کا دھیان رکھتے ہوئے اکیلے میں نہیں ملتے تھے۔ صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیتے تھے کہ بی بی اپنے ساتھ کسی کو لے کر آؤ۔ شادی کے بعد اگر کوئی شاگرد ان کے پاس جاتی تو باپ کی طرح شفقت فرماتے اور اس کے شوہر کی خاطر و مداوت داماد کی طرح کرتے۔

بحیثیت عالم دین متقی باعمل تھے۔ کمال کا حافظہ پایا تھا۔ جب بھی کسی موضوع پر حصول علم کیلئے گفتگو ہوتی، خاطر خواہ معلومات ملتیں۔ ایک وقت میں متعدد کتابوں کے حوالوں سے بات کرتے تھے۔

میری پہلی ملاقات یونیورسٹی اولڈ کیمپس اسلامیات ڈیپارٹمنٹ کے کلاس روم میں ہوئی۔ حافظ صاحب اس وقت تفسیر کے استاد تھے۔ ایک بڑی اُونچی منفرد قسم کی ٹوپی، شیروانی اور شلوار پہن رکھی تھی۔ اس لباس میں بہت بڑے سکالر اور بارعب شخصیت معلوم ہو رہے تھے۔ اپنے مضمون کے نصاب کی وضاحت کی اور کچھ تفسیر کے حوالے سے مختلف تفاسیر کا تعارف کرایا۔ طلبہ کے سوالات کے جواب دیئے، خوش مزاجی کا تاثر دیتے ہوئے کلاس سے رخصت ہوگئے۔

---

☆ لیکچرار، شعبہ اسلامیات، ہوم اکنامکس کالج، لاہور۔

Marfat.com

انداز تدریس بہت دلچسپ تھا۔ بوریت کا احساس نہ ہونے دیتے۔ واقعات بھی سنایا کرتے تھے۔تفسیر بیان کرتے ہوئے بہت زیادہ تفصیل میں چلے جایا کرتے تھے۔ سادہ اور عام فہم انداز تھا۔ حافظ صاحب اکثر پنجابی محاورے بھی استعمال کرتے تھے جس سے مزاح کی حس پیدا ہوتی تھی، زبان میں روانی تھی۔

پسندیدہ موضوع علم قرآن، حلال و حرام، فن تجوید، اعراب قرآن اور فن خطاطی تھے۔ اکثر خطاطی کے نمونے اکٹھے کیا کرتے تھے اور مختلف قرآنی قراءتیں جمع کرتے تھے۔فن تقریر میں جوانوں جیسا جوش نہ تھا بات سمجھانے اور علمی انداز میں کرتے تھے۔ دھیمے دھیمے رواں تقریر کرتے، ان کی محفل میں لوگ بہت اثر اور معلومات لے کر اٹھتے۔ اکثر دینی حلقوں میں تقریر کیلئے مدعو کیے جاتے تھے۔ بہت خاموشی سے عقیدت مند تقریر سنتے، روحانیت اور علم سے معمور اٹھتے۔ بعد میں لوگ والہانہ عقیدت کا اظہار کرنے کیلئے اکٹھے ہو جاتے اور تعریف کرنے لگتے۔ اس سے گھبرا کر حافظ صاحب پریشان ہوجاتے اور وہاں سے نکل پڑتے۔ ایک دفعہ میں انہیں اپنے کالج میں تقریر کرنے کیلئے مدعو کرنے گئی تو فرمانے لگے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں گوشہ نشیں ہو جاؤں اور کہیں تقریر کرنے نہ جاؤں۔ لوگوں کی تعریفوں سے ایسا لگتا ہے کہ شیطان پیچھا نہیں چھوڑتا اور سارا ثواب ضائع ہو گیا ہے یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ حافظ صاحب یہ بھی شیطانی جال ہے جو اس نے پھینکا ہے تاکہ آپ تبلیغ سے ہٹ جائیں (تو خاموش ہوگئے)

شاگرد اگر ان سے استفادہ کرنے جاتے تو ان کا رویہ بہت مشفقانہ ہوتا۔ کبھی نہیں ٹالتے تھے۔ خواہ کسی بھی شعبے کا طالب علم ہو یا کسی اور کی زیر نگرانی مقالہ لکھنے والا ہو، ہر ایک کی فراخدلی سے رہنمائی فرماتے۔ جب میں نے عربی میں ایم اے کیا تو میں نے ان کی رہنمائی میں مقالہ لکھا، حالانکہ میرے

Marfat.com

نگران استاد شعبہ عربی سے تھے مگر حافظ صاحب نے بھرپور رہنمائی فرمائی۔
اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

## مسز ارشاد فاروق ☆

میری سب سے پہلی ملاقات ۱۹۷۰ء میں اولڈ کیمپس کے شعبہ اسلامیات میں ہوئی۔ بحیثیت انسان اور معلم واقعی میں نے انہیں روحانی اور مشفق باپ کی صورت میں پایا۔ جب بھی کوئی علمی مسئلہ درپیش آیا تو خاصی تسلی و تشفی فرماتے۔ عالم دین اور محقق کا جہاں تک تعلق ہے ان کا مطالعہ اتنا وسیع اور جاری و ساری ہونے کے باوجود وہ مزید تحقیق جاری رکھتے تھے۔ انداز تدریس عام فہم، سادہ اور محققانہ تھا۔ ان کا پسندیدہ موضوع قرآن تھا۔ علم کے دلدادہ درویش صفت انسان لباس اور خوراک کے معاملہ میں کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ آپ میں حق گوئی اور بے باکی کی صفت انتہا درجے کی تھی۔

انہیں اپنے نام کے بارے میں شدت سے یہ احساس تھا کہ ''یار'' کا لفظ فمناسب نہیں۔ وہ اپنے شاگردوں کے لیے پڑھائی کے ساتھ دلچسپی پیدا کرنے کا سامان بھی مہیا کرتے تھے۔ الحمد للہ ایسے مشفق استاد کے ہاتھوں میں خوش قسمت طالبہ تھی جس نے بقول ان کے سال اول میں پہلی دفعہ ایک طالبہ نے میرے ہاتھوں ۵۹/۱۰۰ نمبر لیے ہیں۔ میں نے کبھی ۵۵/۱۰۰ سے زائد نہیں دیئے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ اس لڑکی نے مجھے اتنے نمبر دینے پر مجبور کر دیا تھا۔

ایم اے کے دوران ہی میں چونکہ ازدواجی زندگی میں داخل ہوگئی تھی، پھر مجھے اپنے مشفق استاد کے قریب رہ کر زیادہ استفادہ کرنے کا موقع نہ ملا۔

---

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ کالج کوپر روڈ، لاہور

Marfat.com

اپنے تلامذہ سے آپ کا رویہ انتہائی مشفقانہ ہوتا۔ ایک دفعہ سورۃ النساء کے متعلق وراثت کے مسائل سمجھنے میں دقت ہوئی تو حافظ صاحب نے تقریباً آدھ گھنٹہ مجھ پر صرف کرکے نہایت عمدہ طریقے سے سمجھایا اور کہا فرض کرو وراثت کے ۱۰۰ روپے ہیں تو اس کا چھٹا حصہ اتنا اور پھر تہائی اتنا۔ یعنی واضح کرکے سمجھایا کہ وہ میرے لیے مشکل ترین حصے بالکل آسان ہوگئے۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

مسز ناہید قریشی ☆

بحیثیت انسان آپ مرد مومن تھے۔ احکام شریعت کے کما حقہ پابند تھے۔ بحیثیت عالم دین آپ خلوص کا پیکر تھے۔ منافقت سے کوسوں دور تھے۔ دین سے آپ کی وابستگی آپ کے بتائے ہوئے اس واقعہ سے جانچی جاتی ہے کہ آپ نے ایم اے کا امتحان دیا تو رمضان کا مہینہ اور سخت گرمیوں کے دن تھے مگر آپ نے پورے روزے رکھے اور امتحان میں اول رہے اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ آپ کو عربی زبان پر عبور حاصل تھا لہذا عربی تفاسیر سے استفادہ کرنا ان کے لیکچر کو زیادہ مفید اور مؤثر بنا دیتا۔

بحیثیت معلم آپ میرے آئیڈیل معلم تھے۔ آپ جس موضوع پر بولتے اس کے تمام پہلو اپنے طالب علموں کے سامنے رکھ دیتے۔

---

☆ لیکچرار، شعبہ اسلامیات، ہوم اکنامکس کالج، لاہور۔

Marfat.com

بحیثیت محقق آپ کی دو کتابیں ''دستور حیاء'' اور ''علم و عرفان'' میرے زیر مطالعہ رہیں۔ جس خوبصورتی سے آپ آیات کا ترجمہ وتشریح تحریر فرماتے وہ قارئین کی تشفی کیلئے کافی ہوتیں۔

مجھے ۱۹۶۹ء میں ان کی شاگردی کا فیض حاصل ہوا۔ میں ان کی شخصیت سے بہت متاثر ہوئی۔ ان کے یہ الفاظ کہ میں قرآن پاک کے ساتھ مخصوص رہنا چاہتا ہوں اب بھی میرے کانوں میں گونجتے ہیں۔ شاید اسی کا اثر ہے کہ میں نے بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے کا عزم کیا ہوا ہے۔ اسی لیے میری یہ کوشش ہے کہ میں بچیون کی تعلیم کیلئے باقاعدہ مدرسہ قائم کرنے کی سعادت حاصل کروں۔

حافظ صاحب کے حوالے سے میری زندگی کا یادگار واقعہ ہے کہ سال پنجم میں دسمبر ٹیسٹ میں، میں نے کچھ تفسیروں، خاص طور پر تفسیر ماجدی سے اقتباسات اپنے پرچے میں تحریر کیے، حافظ صاحب نے سراہا اور فرمایا کہ کاش یہ میری بیٹی کا پرچہ ہوتا یہ تو تفاسیر کھول کر حل کیا ہوا پرچہ لگتا ہے۔

آپ کا انداز تدریس بہت مؤثر تھا۔ مسائل خواہ آسان ہوں یا مشکل انکی وضاحت کے لئے نہایت مشفقانہ انداز اختیار فرماتے۔ اپنے لیکچر کو وہ اردو کتب کے علاوہ عربی اور انگریزی کتب کے حوالوں سے بھی مزین فرماتے۔ اللہ کریم ان کو درجات عالیہ سے نوازے (آمین)

---

Marfat.com

## حافظ محمد سجاد☆

خاکسار راقم الحروف ۱۹۸۷ء تا ۱۹۸۹ء تک شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں علوم اسلامیہ کا طالب علم رہا۔ طالب علمی کے اس دور میں نامور اہل علم وفضل علماء اور سکالرز سے کسب فیض کیا انہیں میں ایک شخصیت جلیل، استاذ الاساتذہ، نامور محقق، دانشور اور علوم القرآن کے ماہر حافظ احمد یارؒ بھی تھے۔ آپ کچھ ہی عرصہ قبل شعبہ علوم اسلامیہ سے سبکدوش ہوئے تھے اور انجم خدام القرآن لاہور میں قرآن حکیم کے ایک نہایت ہی اہم پروجیکٹ پر کام کررہے تھے۔ کبھی کبھی شعبہ تشریف لاتے تو زیارت ہوتی، پہلی بار ان کو فاضلین علوم اسلامیہ کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے سنا اور بعد ازاں، سال اول کے استقبالیہ میں بھی تشریف لائے، اس طرح ان سے تعلق خاطر پیدا ہوا۔ ان کی علمیت اور اساتذہ کرام سے ان کی تحقیقی کاوشوں کا تذکرہ سن کر شعبہ علوم اسلامیہ کے اعلیٰ معیار اساتذہ سے مرعوب ہوا۔ اور بحمدہ تعالیٰ وہ اس شان کے مالک تھے۔

میں نے تو بحیثیت طالب علم ان کو ہر وقت طالب علم ہی پایا، وہ بحیثیت انسان بہت کھرے، صاف گو، سادہ، اخلاق و مروت کے پیکر اور عظیم انسان تھے۔ سال اول کے استقبالیہ میں جو بذات خود حافظ صاحب کی علمی شان میں ایک پر وقار تقریب بن گئی تھی۔ اس موقع پر حافظ صاحب کے ایک کلاس فیلو اور موجودہ دور کے نامور صحافی اور معروف جریدہ اردو ڈائجسٹ کے مدیر جناب الطاف حسین قریشی صاحب نے ایک واقعہ سنایا۔ جو روایت بالمعنی سپرد قلم ہے کہ:

قریشی صاحب نے کہا کہ جب ہم ایم۔ اے علوم اسلامیہ میں داخل

---

☆اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات، علامہ اقبال اُوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

Marfat.com

ہوئے تو حافظ صاحب بھی جھنگ سے تشریف لائے اور داخلہ لے لیا۔ ہر ایک سے گفتگو ہوئی کہ اسلامیات میں کیوں داخلہ لیا ہے کسی اور شعبہ میں داخلہ کیوں نہیں لیا اور حافظ صاحب کا جواب اس سلسلے میں یہ تھا کہ میں تو ایم۔ اے وغیرہ کرنے نہیں آیا بس قرآن پڑھنے اور علوم القرآن سیکھنے آیا ہوں۔ یعنی نہ لیکچرر شپ کی کوئی خواہش نہ نوکری و افسری کی تمنا و آرزو۔ سچی بات یہ ہے کہ وہ اس لگن، محنت اور بلند ہمتی کے ساتھ علوم القرآن اور قرآنیات پر کام کرتے رہے، اور یہاں ان کی حیثیت طالب علم کی تھی۔ بحیثیت معلم، وہ بہت محنتی، لائق اورذہین اساتذہ میں سے تھے۔ مطالعہ کا گہرا ذوق تھا۔ جو بھی موضوع لیتے اس کا حق ادا کرتے، یونیورسٹیوں اور جامعات میں اب وہ علمی معیار نہیں رہا۔ نوٹس کی بھرمار ہے مکھی پر مکھی مارنے کی عادت عام ہوچکی ہے اور پھر معروضی سوالات نے علمی و تحقیقی رجحان ختم کر دیا۔ جبکہ اسائمنٹ کی روایت یا کسی علمی مسئلہ پر مقالہ تیار کرنے اور کروانے کی ہمت طلبہ اور اساتذہ دونوں میں مفقود ہوتی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معیار تعلیم کمزور ہورہا ہے جبکہ حافظ صاحب کے زمانے میں اسائمنٹ اور مقالہ تحریر کرنا پڑتا تھا۔ حافظ صاحب نے ویسے تو ساری عمر قرآن کا پرچہ پڑھایا مگر خوش قسمتی سے ہمارے دور میں کچھ عرصے کے لیے انھوں نے تقابل ادیان کا مضمون بھی پڑھایا۔

اس سال استاد محترم ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، پروفیسر ہو کر بھاولپور چلے گئے تو ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ نے حافظ صاحب سے درخواست کی کہ وہ کچھ وقت نکال کر سال دوم کے طلبہ کو یہ مضمون پڑھائیں۔

حافظ صاحب نے کبھی سوالاً جواباً نہیں پڑھایا ان کا انداز یہ تھا کہ ایک موضوع کو لیتے اور پھر اس پر گفتگو کرتے جاتے، اور کئی کئی دن اسی پر گفتگو چلتی

Marfat.com

رہتی۔ تقابل ادیان میں بھی آپ کا یہی انداز تھا۔ آپ نے ہندوؤں کے معنی و مفہوم ان کی اصلیت پر لیکچر کا آغاز کیا تو پھر کئی دنوں تک ان پر بحث ہوتی رہی۔

عالم دین تو وہ تھے ہی بحیثیت محقق ان کی جو تحریرات میری نظر سے گزریں ان میں ''یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ''، ''لغات و اعراب قرآن کا سلسلہ'' اور کچھ علمی مقالات جو مختلف رسالوں، خصوصاً فکر و نظر، اسلام آباد اور میثاق لاہور وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان کا تحقیقی معیار بہت بلند تھا اور آپ کو کتب کی تلاش رہتی تھی۔ مکتبہ علمیہ کے سر پرست جناب عبیدالحق ندوی ایک دفعہ فرمانے لگے کہ:

حافظ صاحب عموماً مہینہ میں ایک بار ضرور مکتبہ پر تشریف لاتے اور جو بھی نئی کتاب قرآن و سیرت پر نظر آتی اس کو خرید لیتے۔

آپ کا انداز تدریس قدرے غیر مربوط ہوتا۔ عام طلبہ جو علوم اسلامیہ کے بنیادی مصادر سے واقفیت نہ رکھتے ہو پہلی کوشش میں اس سے استفادہ نہ کر سکتے مگر جن کو تھوڑی بہت ہی واقفیت ہوتی وہ ان کی انداز تکلم، لفظی بحث اور تاریخی پس منظر کو سمجھ جاتا اور اس سے خوب لطف اندوز ہوتا۔ اگر میں ان سے کچھ پوچھنے جاتا تو بھرپور تعاون کرتے البتہ ان سے استفادہ وہی طلبہ بہتر کر سکتے تھے جو قدرے محنتی، علوم اسلامیہ کا ذوق رکھنے والے اور اس میں مہارت پیدا کرنے کی خواہش رکھنے والے ہوتے۔ ان کی سب سے بڑی علمی کاوش وہ سلسلہ مضامین تھا جو ماہنامہ حکمت قرآن لاہور میں بعنوان لغات و اعراب قرآن کے تحت کئی سال چلتا رہا۔ جس میں انھوں نے قرآن حکیم کے علوم معارف کو ایک نئے انداز سے متعارف کروایا اور اگر وہ اس کو مکمل کر لیتے تو شاید قرآنیات کے حوالے سے یہ بہت عظیم کام ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجات سے نوازے۔

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر طفیل ہاشمی ☆

۱۹۷۲ء کے آغاز میں، میں نے شعبہ علومِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔اے میں داخلہ لیا، درس نظامی کا فاضل ہونے کی وجہ سے ایک مولویانہ احساس برتری تھی کہ جس تفصیل سے اور جس معیار پر میں نے جامعہ اشرفیہ میں بالخصوص شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور استاذ الکل فی الکل مولانا رسول خان سے تعلیم حاصل کی ہے، اب اس پر مستزاد کیا ہوگا؟ لیکن استاذ گرامی پروفیسر حافظ احمد یار نے جب پہلے دن ہی قرآن حکیم کا پیریڈ پڑھایا، الفوز الکبیر اور شاہ ولی اللہ کی قرآنی خدمات میں شاہ صاحب کے ابتکارات پر روشنی ڈالی تو نہ صرف یہ احساس ہوا کہ۔

گماں مبر بپایاں رسید کار مغاں

ہزار بادہ ناسفتہ درمرگ تاک است

بلکہ پندار علم کا شیشہ بھی چکنا چور ہو گیا۔

حافظ صاحب کو قرآن سے عشق تھا۔اس عشق کے پیچھے ایک داستان ہے۔ جسے حافظ صاحب نے خود بیان کیا: ''ہمارے علاقے جھنگ میں ایک دیہاتی، درویش منش میر صاحب تھے میں بھی ان سے بیعت ہوا۔انہوں نے بیعت کرنے کے بعد مجھے ذکر وفکر اور مراقبہ ومجاہدہ کی تلقین کرنے کے بجائے کہا کہ احمد یار، تمہارا وظیفہ یہ ہے کہ تم نے قرآن کی خدمت کرنی ہے۔ اس کے بعد میں نے قرآن حفظ کیا، عربی پڑھی، ایم۔ اے اسلامیات کیا اور ساری زندگی قرآن پڑھا اور پڑھایا اب بھی اگر

---

☆ ڈین علومِ اسلامیہ وعربیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Marfat.com

خدمت قرآن کا کوئی کام ہو تو میں ہر وقت حاضر ہوں۔ باقی۔

**ماھر چه خوانده ایم فراموش کرده ایم**

**الا حدیث یار که تکرار مے کنیم**

حافظ صاحب جب طلبہ کو لیکچر دیتے تو یوں لگتا تھا جیسے بحر اٹلانٹک میں طغیانی آئی ہوئی ہے، علوم و معارف موج زن ہیں اور طلبہ یوں ہمہ تن گوش ہوتے کہ پیریڈ (جو اکثر دوسرے پیریڈ کے نصف میں جا کر ختم ہوتا) ختم ہونے پر بھی ''ھل من مزید'' کی خواہش رہتی۔

تفسیر قرآن پر بے پناہ مطالعہ اور علوم القرآن پر سند ہونے کے باوجود حافظ صاحب کی بے نفسی ایک ایسی شے تھی جو شاذ کہیں دیکھنے میں آتی ہے۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ حافظ صاحب کلاس میں آ کر اپنا پیریڈ یوں شروع کرتے: کل جو میں نے فلاں بات کہی تھی، وہ بالکل غلط تھی، اس کے بعد میں نے جا کر فلاں فلاں تفاسیر دیکھیں تو ان میں یوں تھا اور یہی بات درست ہے۔ ایک آدھ مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ میں نے اپنی معلومات کی بنا پر حافظ صاحب کی کسی رائے پر استدراک کیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ انہوں نے نہ صرف اسے قبول کیا بلکہ اتنی خوشی اور تشکر کا اظہار کیا گویا میری وجہ سے انہیں ان کی کوئی ''متاع گم گشتہ'' مل گئی ہو۔

حافظ صاحب عربی اور علومِ اسلامیہ دونوں میں گولڈ میڈلسٹ تھے۔ لیکن کئی دوسرے اساتذہ کے برعکس اعلیٰ نمبر دینے میں بہت محتاط تھے۔ خود کہا کرتے تھے کہ میرے لیے پچیس نمبروں کو تینتیس کرنا آسان ہے لیکن انسٹھ کو ساٹھ کرنا ممکن نہیں۔ دو سالہ استفادے کے دوران میں نے ان سے کئی بار یہ سنا کہ ''جو ممتحن ستر سے زیادہ نمبر دیتا ہے مجھے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہے'' اس وجہ سے ہم سب قناعت شعار ہو گئے تھے کہ

Marfat.com

حافظ صاحب کے پرچے میں ستر سے زاید نمبر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب رزلٹ آیا تو حافظ صاحب کے پرچے میں میرے اناسی 79 نمبر تھے۔ میں شوخ اور حافظ صاحب سے بے تکلف تھا، نتیجہ کا کارڈ ہاتھ میں لیا اور لے جا کر حافظ صاحب کے سامنے رکھتے ہوئے نمبروں پر انگلی رکھ کر کہا، سر اپنے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حافظ صاحب نے حسب معمول ایک زندہ اور بھرپور قہقہہ لگایا، مجھے شاباش دی اور کہا، ''تم اس کے مستحق تھے۔''

حافظ صاحب نہ صرف میرے انتہائی شفیق استاذ تھے بلکہ محسن بھی تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ زمان علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے اور حافظ صاحب کے انتہائی قریبی دوست، انہوں نے حافظ صاحب سے کہا کہ مجھے علومِ اسلامیہ کے لیے کوئی اچھا استاد چاہیے۔ حافظ صاحب نے انہیں کہا کہ اگر واقعتاً آپ شعبہ چلانا چاہتے ہیں تو طفیل ہاشمی کو بلا لیں، میں اس وقت پلندری آزاد کشمیر میں تھا، انہوں نے مجھے بلایا لیکن میں بوجوہ اسوقت نہ آ سکا تاہم حافظ صاحب کی خواہش آخر رنگ لائی اور میں نے ۱۹۸۲ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی جوائن کر لی۔

یونیورسٹی میں میرے کام کی نوعیت ایسی تھی کہ مجھے علومِ اسلامیہ کے مختلف کورسز اور ریڈیو، ٹی۔ وی پروگرام ملک کے مستند اساتذہ سے لکھوانے ہوتے تھے، اس کے لیے میں وقتاً فوقتاً حافظ صاحب کو زحمت دیتا رہتا تھا۔ حافظ صاحب نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے لیے سورہ آلِ عمران کا ترجمہ و تفسیر اور کئی دوسرے اسباق لکھے۔ حافظ صاحب کے تحریر کردہ ''وحدات'' (یونٹس) کے بارے میں بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کورسز کے بہترین یونٹ ہیں۔ اس سلسلے میں، میں نے جب اور جس کام کے لیے حافظ صاحب کو زحمت دی، آپ نے انتہائی شفقت سے میری درخواست قبول کی،

Marfat.com

ہماری کسی بے تدبیری پر کبھی کبیدہ خاطر نہیں ہوئے۔

حافظ صاحب نے ۱۹۷۲ء میں زمینی راستے سے پہلا سفر حج کیا، اس سال حکومت پاکستان نے زمینی راستے سے حجاج کے کاروان بھیجے تھے، حافظ صاحب نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور حج پر روانہ ہو گئے ۔ حافظ صاحب کو جغرافیہ، اطلس اور ممالک وشاہراؤں سے بہت دل چسپی تھی۔ جس قافلے میں آپ تھے، وہ قافلہ صرف آپ کی وجہ سے ایک بہت بڑے حادثہ سے بچ گیا، حافظ صاحب نے اپنے سفر حج کی روداد بیان کرتے ہوئے بتایا کہ:

''ایران میں ایک جگہ ہم کچھ دیر کے لیے ٹھہرے، قافلے والوں نے فیصلہ کیا کہ یہاں سے پندرہ بیس میل آگے ایک شہر ہے، رات کو وہاں قیام کریں گے، میں نے اپنی جغرافیہ دانی کو ٹٹولا تو مجھے اگلا شہر اڑھائی سو کیلو میٹر دور نظر آیا، میں نے بتایا کہ آگے قریب کوئی شہر نہیں ہے، تحقیق کی گئی تو میری معلومات درست نکلیں اور قافلہ وہیں ٹھہر گیا، رات کو شدید برف باری ہوگئی۔ اگر ہم اس خیال سے کہ اگلا شہر قریب ہے چل پڑتے تو راستے میں برف کے طوفان میں گھر جاتے اور نہ معلوم کیا حشر ہوتا؟

ایک دن کہنے لگے کہ مجھے اپنی جغرافیائی حس اور معلومات کا زعم تھا، حرمین کے قیام کے دوران مجھے خیال آیا کہ مجھے اپنے قافلے کی قیام گاہ نہیں بھول سکتی، لیکن ہوا یہ کہ میں قافلے سے بچھڑ گیا اور تین دن تلاش میں سرگرداں رہا، آخر تیسرے دن مجھے قافلے کی قیام گاہ ملی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی کہ'' حافظ تو اپنے آپ کو بہت عالم فاضل سمجھتا ہے، دیکھا، تیرا علم کتنا بے بس ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے حافظ صاحب کی بہت بے تکلفی تھی۔ درحقیقت حافظ صاحب ان لوگوں میں سے تھے جو اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے اللہ

Marfat.com

سے ان کی بے تکلفی کے کئی مقولے مجھے یاد ہیں لیکن ''خوف فسادِ خلق'' سے اظہار نہ کرنا ہی مناسب ہے۔

ریٹائر ہونے کے بعد آپ ڈاکٹر اسرار احمد کے ادارے ''انجمن خدام القرآن'' سے وابستہ ہو گئے، کئی جگہوں سے انہیں بہت بڑی پیش کشیں ہوئیں لیکن ان کا ایک ہی جواب تھا کہ ''میں نے صرف اور صرف قرآن کی خدمت کرنا ہے''۔

حافظ صاحب جس درجے کی تحقیق کے عادی تھے ان جیسے تکمیل پسند (Perfectionist) کے لیے خود پی ایچ۔ڈی کرنا ممکن نہ تھا البتہ کئی لوگوں نے ان کی رہنمائی میں ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ان کی دیدہ ریزی اور تحقیقی و علمی معیار کا جائزہ لینا ہو تو ان کی بیٹی ڈاکٹر نضرۃ النعیم کا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ دیکھنا چاہیے جو بیٹی نے درحقیقت اپنے فاضل باپ کی زیرنگرانی مکمل کیا اور اماکن سیرت کے تعین میں جس محنت اور باریک بینی سے کام لیا گیا ہے وہ بجا طور پر انہیں کا حصہ ہے۔

حافظ صاحب اب ہم میں نہیں ہیں اور میرے ساتھ ان کا جس درجے کا تعلق تھا اس کی بنا پر میں نے ان کی وفات پر یہ محسوس کیا کہ آج میں ایک بار پھر باپ کی شفقت سے محروم ہو گیا ہوں۔

**ھجوم ھے تیری تربت پہ درد مندوں کا**

**یتیم ھیں تری شفقت کو یاد کرتے ھیں**

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com